بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۳ ماہ اپریل ۲۰۱۵ء مطابق جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ شمارہ نمبر ۴

مدیر
خلیل الرحمان سجاد نعمانی
E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں



| | مضامین | مضامین نگار | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| ۱ | نگاہ اولیں | مدیر | ۵ |
| ۲ | محفل قرآن | مولانا عتیق الرحمن سنبھلی | ۱۵ |
| ۳ | نیک بختی کے تین گر | حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی | ۲۳ |
| ۴ | اسوۂ نبوی کا ایک اہم پہلو | خلیل الرحمن سجاد نعمانی | ۲۷ |
| ۵ | مولانا محمد منظور نعمانی کا اسلوب بیان | نظیف الرحمن سنبھلی | ۳۳ |
| ۶ | معہد الامام ولی اللہ الدھلوی ایک مختصر تعارف | مولانا ابوبکر قاسمی | ۴۴ |



اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغۂ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے — منیجر

## ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے ذمہ دار حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب وجوار کے حضرات ان سے رابطہ قائم کریں۔

| مقام | نام | فون نمبر |
|---|---|---|
| ۱۔ بڑودہ (گجرات) | مفتی محمد سلمان صاحب | +91-9898610513 |
| ۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹر) | مفتی حسین محفوظ صاحب | +91-9226876589 |
| ۳۔ بیلگام (کرناٹک) | مولانا تنویر صاحب | +91-9880482120 |
| ۴۔ بیڑ (مہاراشٹر) | قاسمی بکڈپو<br>طٰہٰ بکڈپو<br>الطاف بکڈپو | +91-9960070028<br>+91-9326401086<br>+91-9325052414-9764441005 |
| ۵۔ گورکھپور (اتر پردیش) | مکتبہ ناصر | +91-9451846364 |
| ۶۔ جالنا (مہاراشٹر) | محمد اظہر | +91-9225715159 |

**ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی**
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زر تعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی -/Rs.200

☆ سالانہ زر تعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی [1]) عمومی -/Rs.230

[1] اس صورت میں پہلے سے زر تعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ۔ -/40 ڈالر

لائف ممبر شپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ۔ -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ : **Mr. RAZIUR RAHMAN**
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

**خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ**

ماہنامہ الفرقان
۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن-۲۲۶۰۱۸ - یوپی، انڈیا- فون نمبر: Ph:0522-4079758

MonthlyALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA

e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات　صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ　بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک

اتوار کو آفس بند رہتا ہے ۔۔۔۔۔

خلیل الرحمن سجاد کے لیے پرنٹر و پبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نگاہ اولیں

مدیر

گذشتہ سال ۲۴/ اپریل ۲۰۱۴ء کے دن بمبئی میں ایک بھولے بھالے مسلم نوجوان کے ساتھ، بلا کسی جرم کے، پولیس کی بربریت کا ایک واقعہ ہوا تھا، جو راقم الحروف کے علم میں کئی مہینے کے بعد دسمبر ۲۰۱۴ء میں آیا —— پہلے اس واقعہ کی کچھ تفصیل خود اس نوجوان کی زبانی سنیئے!

”۲۴/ ۴/ ۲۰۱۴ کو صبح تقریباً ساڑھے دس بجے میں دھاگا اور لیبل لینے گیا تھا کیوں کہ میں ایک کارخانے میں سلائی کا کام کرتا ہوں اور پڑھائی بھی کرتا ہوں اور شام کو ٹیوشن کلاس میں بھی جاتا ہوں، میں واپس کارخانے آرہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ تین پولیس والے ایک لڑکے کو ہتھ کڑی میں باندھ کر پٹے سے پیٹتے ہوئے لا رہے تھے اس وقت میں اپنے موبائل سے بات کررہا تھا تبھی اُن تین پولیس والوں میں سے ایک نے میرا موبائل چھین لیا اور مجھ سے پوچھا کہ ویڈیو بنا رہا تھا کیا؟ اور موبائل چھین کر دوسرے پولیس والے کو دے دیا اور اس دوسرے پولیس والے نے پہلے موبائل میں کچھ دیکھا پھر موبائل سے فوٹو کھینچا یا ویڈیو بنائی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ پھر ان تینوں میں سے ایک پولیس والے نے مجھے لگ بھگ دس پٹے مار کر پولیس وین میں بٹھا دیا۔ گاڑی میں ڈرائیور کے بازو میں ایک پولیس والا بیٹھا تھا اور ان کی سیٹ کے پیچھے میں بیٹھا تھا، گاڑی جب کچھ آگے بڑھی تبھی ایک پولیس والے نے مجھے گندی گندی گالیاں دینی شروع کیں اور میری داڑھی پکڑ کر کھینچ لی، داڑھی کھینچنے پر میری ٹوپی گاڑی میں گر گئی اور میری ٹوپی کو میرے بغل میں بیٹھے ہوئے ایک پولیس والے نے پیروں سے کچلنا شروع کیا اس کے بعد ہاتھ، پیر سے میری پٹائی شروع کی اور گندی گندی گالیاں دے رہا تھا۔ پولیس والے نے گالی دے کر کہا کہ تیری ماں نے یہاں جنا ہے تجھے تو مراٹھی آنا چاہیے، میں نے کہا صاحب مجھے مراٹھی نہیں آتی تو مجھ سے کہا کہ مراٹھی نہیں آتی تو پاکستان یا سعودی عرب چلا جا، ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندو بن کر رہ،

ابھی یہاں سے چھوٹنے کے بعد سیدھے پاکستان چلے جانا، دوبارہ دکھے گا تو پھر تجھے اٹھالوں گا، دوبارہ مجھے دکھنا نہیں۔

ڈرائیور نے ایک پولیس والے کا نام لے کر کہا کہ اے..... اس کو اور مار تب مجھے پتا چلا کہ ایک پولیس والے کا نام یہ ہے جو گندی گندی گالیاں دے رہا تھا اور باقی دو پولیس والے اور ڈرائیور کا نام نہیں معلوم۔

اس کے بعد مجھے وڈالا ٹرک ٹرمنل پولیس اسٹیشن لے گئے اور کمرے کے دروازے پر پہونچتے ہی جس پولیس والے نے میری ٹوپی کچلی تھی اس نے مجھے پیچھے سے لات ماری اور میں گر گیا، اس کے بعد اس پولیس والے نے میرے دونوں پیروں کو ایک پیر جوتا پہنے ہوئے رکھ کر زور سے دبایا اور دوسرے پولیس والے نے جوتا پہنا ہوا پیر میری داڑھی پر رکھ کر اس کو مسلنا شروع کیا اور پھر میرے تلوے پر پچاس ساٹھ پٹے مارے تبھی میں اللہ اللہ بول کر چلانے لگا تو مجھ سے کہا کہ **''اللہ نہیں، ماں بول! کالی ماں بول! شیروں والی بول!''** اور مجھے دیوار پر لگے دیوی دیوتاؤں کے فوٹو[۱] دیکھنے کو کہا اور اشارہ کرکے بولا کہ اسے پہچانتا ہے میں نے بولا نہیں تو بولا کہ یہ تیرا باپ ہے۔ گنپتی بپّا بول، اللہ مت بول، اس کے بعد مجھ سے دونوں پولیس والوں نے کہا: جمپ مار اور میں جب تک واپس نہیں آجاتا کودتے رہنا۔ یہ بول کر چلے گئے۔ اس کے پانچ منٹ بعد وہی پولیس والا جس نے میری ٹوپی پیر سے کچلی تھی واپس آیا اور مجھ سے کہا کہ ہاتھ پھیلا اور میرے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر بیس پٹے مارے اور مجھ سے کہا کہ ہاتھ کو دیوار پر پٹخ، جیسے ہی میں نے دیوار پر ہاتھ پٹخنا شروع کیا تو پیچھے سے مجھے پٹے سے مارنا شروع کیا، دوسو بار اٹھک بیٹھک کرنے کے بعد میرے منھ سے جھاگ نکلنے لگا اور میں گر پڑا۔ پھر مجھے لے جا کر میرا منھ دھلایا اور دس منٹ کے بعد پھر مجھ سے کہا کہ ابھی تین سو بار اٹھنا بیٹھنا باقی ہے وہ شروع کر واس کے بعد پھر میں نے اٹھنا بیٹھنا شروع کیا تو ۱۶۳ بار گننے کے بعد پھر میرے منھ سے جھاگ نکلنے لگا اور میں گر پڑا واپس میرا منھ دھلایا گیا اور میں زمین پر لیٹ گیا تقریباً آدھے گھنٹے بعد پھر مجھے اٹھا کر میری تلاشی لی گئی۔ میرے پاس سے ایک ٹوپی، ایک رومال، ایک عطر کی شیشی، ایک تسبیح، ایک مسواک، ایک بنڈل لیبل، ایک قلم اور کچھ پیسے نکلے تبھی پولیس والے نے عطر

---

[۱] ہمارے ''سیکولر'' ملک کی یہ شان ہے کہ ہر تھانے اور ہر پولیس اسٹیشن میں آپ کو مندر بھی ملیں گے اور مورتیاں بھی اور دیوی دیوتاؤں کے فوٹو بھی۔ الفرقان

کی شیشی کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ یہ عطر ہے تو وہ بولا کہ کیا کام میں آتا ہے میں نے کہا کہ یہ خوشبو لگانے کے کام آتا ہے، پھر تسبیح کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ تسبیح ہے میں اللہ اللہ کرتا ہوں تبھی پوچھا کہ کیا پڑھتا ہے؟ میں نے کہا سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھتا ہوں، پولیس والے نے کہا: **''یہ سب مت پڑھ، رام رام پڑھ، گنپتی بپّا پڑھ''**، تصویروں کی طرف اشارہ کرکے کہ ان کے نام کی تسبیح پڑھنا، اس کے بعد پھر پٹے سے پٹائی کی اور مسواک اٹھائی اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس سے دانت صاف کرتے ہیں تو بولا کہ اسے میں تیری....... (شرم گاہ) میں ڈالوں گا اور دوسرے پولیس والے کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ تیری ویڈیو بنائیں گے۔ پھر مجھے لات ماری اور میں گر گیا، تو مجھے لات مار کر اٹھایا اور ایک پولیس والے نے میرا سر پکڑ کر ٹیبل پر زور سے مارا اور پیچھے سے ایک پولیس والے نے مسواک کو میرے مقعد (پیچھے کے راستے سے) میں پٹے سے ٹھوکنا شروع کیا میری چیخیں نکلنے لگیں.... اللہ! اللہ! اللہ! تو وہ کہنے لگا: اللہ اللہ نہیں ماں بول ماں! فوٹو کی طرف اشارہ کرکے بولا کہ ان کا نام لینے کا یہ باپ ہے تیرا اور مراٹھی میں گالی دینا شروع کی۔ اس کے بعد پھر میری پٹائی شروع کردی، کئی پولیس والے آتے رہے اور مجھے گندی گندی گالیاں دیتے رہے پھر ایک پولیس والا فائل لے کر آیا اور میرا نام پتہ پوچھا اور کچھ لکھ کر مجھ سے دستخط کروائی اور میرا انگوٹھا لیا پھر میں زمین پر بیٹھ کر کلمہ پڑھ رہا تھا کہ پھر اسی پولیس والے نے جس نے میری ٹوپی کچلی تھی پوچھا کہ کیا پڑھ رہا ہے میں نے کہا کہ کلمہ پڑھ رہا ہوں تو پھر اس نے میرے منہ پر جوتے سے لات ماری اور بولا کہ یہ سب نہیں پڑھو میں نے جو بولا ہے وہ پڑھ۔

اس کے بعد مجھ کو ...... کے سامنے لے گئے، اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا رے فلانے! (گالی دے کر) مالیگاؤں گیا تھا اجتماع میں؟ میں نے کہا کہ نہیں گیا تھا پھر بولا کہ کہاں گیا تھا میں نے کہا کہ جوگیشوری گیا تھا پوچھا کہ کیا کرنے گیا تھا؟؟؟ میں نے کہا کہ تین دن کی جماعت میں دین سیکھنے گیا تھا۔ چلیا کے پاس گیا تھا آتنکی بننے... (گالی دیتے ہوئے) کیا سکھاتے ہیں وہاں اور پائجامہ کیوں چھوٹا پہنا ہے کپڑا کم تھا کیا... ؟اس کے بعد مجھے واپس پیچھے کے کمرے میں بٹھا دیا۔

تقریباً ۹ بجے رات مجھے سائن ہاسپٹل لے گئے، اور سائن ہاسپٹل لے جانے سے پہلے جن پولیس والوں نے مجھے مارا تھا، ٹوپی پیر سے مسلی تھی اس نے دھمکی دی تھی کہ ہاسپٹل میں

ڈاکٹر کو کچھ بتایا تو دوبارہ اس سے زیادہ ماروں گا اس لئے میں نے ہاسپٹل میں ڈاکٹر کو کچھ بھی نہیں بتایا کیوں کہ پولیس والا ہتھکڑی لگا کر میرے ساتھ ہی کھڑا تھا اور مجھے دھمکی بھی ملی تھی۔

اس کے بعد مجھے ماٹونگہ لاک اپ میں لے گئے وہاں پر میرا پائجامہ اتروایا گیا اور مجھے نیکر میں میں رکھا گیا ویسے تو میرا کرتا بھی اتروانے کی کوشش کی گئی مگر ایک قیدی کی سفارش کی وجہ سے میرا کرتا نہیں اتروایا گیا۔

اور دوسرے دن پھر مجھے سائن ہاسپٹل لے گئے اور پھر کورٹ میں پیش کیا گیا لیکن پولیس کی دھمکی کی وجہ سے میں ہاسپٹل یا کورٹ میں کچھ نہیں بولا اور نہ کورٹ میں مجھ سے جج نے پوچھا اس کے بعد میری ضمانت ہوگئی۔ گھر آنے پر میری طبیعت گیارہ بجے رات زیادہ خراب ہوگئی تب کچھ ساتھی مجھے سائن ہاسپٹل لے گئے وہاں پر میرا پھر سے میڈیکل کیا گیا اور انجکشن دیا گیا اور کچھ باہر کی دوائیاں لیں چند دن اسپتال میں رہا۔ میرا پورا بدن اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ درد کی شدت سے میں ہر وقت تڑپتا رہتا تھا مگر پھر ایک صبح کو جس طرح میری طبیعت اچانک بالکل ٹھیک ہوگئی اور ایسا کس کی نظرِ کرم کی بدولت ہوا، یہ سب وہ باتیں ہیں جن کو نہ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ کبھی بھلا سکتا ہوں......

**سن لی آپ نے خون کھولا دینے اور دل دہلا دینے والی یہ داستان۔۔۔؟**

اور یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے۔ ہمارے ہزاروں نوجوانوں کے ساتھ اس طرح کے واقعات کا پیش آنا روزمرہ کی بات ہوگئی ہے۔ البتہ! اس واقعہ میں جو ایک نئی بات ہے وہ یہ ہے کہ اس نوجوان کو صرف مار پیٹ کر کسی نا کردہ گناہ کو قبول کرنے ہی پر مجبور نہیں کیا گیا، بلکہ بار بار اس کو مشرکانہ وکافرانہ الفاظ بولنے کے لئے بھی کہا گیا، صاف لفظوں میں اس سے کہا گیا کہ ''ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندو بن کر رہنا پڑے گا۔ ان دیوی دیوتاؤں کو پکارنا پڑے گا، ان کے نام کی مالا جپنی پڑے گی''۔

---

جب یہ تذکرہ چھڑ ہی گیا ہے تو اس سلسلہ کا ایک اور واقعہ کلیجہ تھام کر سن لیجئے، یہ واقعہ احمد آباد کے معروف عالم دین مولانا مفتی عبد القیوم صاحب کا ہے جنہیں اکشر دھام مندر پر دہشت گردوں کے مبینہ حملے کا ملزم بنا کر جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ اور متعلقہ عدالت نے ان کو سزائے موت بھی سنا دی تھی، اور گجرات ہائی کورٹ نے بھی ماتحت عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا تھا۔ یہ تو اللہ کا خاص کرم اور سچائی کی فتح کا ایک ظہور ہے کہ ۱۶/ مئی ۲۰۱۴ء کو سپریم کورٹ نے اس مقدمہ کے تمام ملزمان کو نہ صرف یہ کہ باعزت بری قرار دے دیا، بلکہ

سخت الفاظ میں گجرات حکومت، پولیس اور ہائی کورٹ و ماتحت عدالتوں کے طرز عمل پر سخت ناراضگی کا بھی اظہار کیا۔ مفتی عبدالقیوم صاحب نے گرفتاری کے دن سے لے کر ۱۱ سال بعد رہائی کے دن تک کی اپنی پوری ''داستان الم'' کتابی شکل میں مرتب کردی ہے۔ جو انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔ اسی زیر طبع کتاب کی وہ چند سطریں ملاحظہ فرمائیے، جن میں انہوں نے پولیس کے ان مظالم کی کچھ تفصیل بیان کی ہے جو ان پر اس جرم کے سلسلے میں اقبالیہ بیان لینے کے لئے کئے گئے تھے جس سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ مولانا لکھتے ہیں:

''...... ظالم نے مجھے کمر میں دبوچ لیا اور ایک نے میرے دونوں پیر پکڑ لئے۔ دونوں شخص باوجود یہ کہ میرے ہاتھوں میں بیڑیاں تھیں میرے دونوں ہاتھ کندھوں سے پکڑ لئے اور مجھے الٹا کھڑا کردیا۔ اور..... نے میرے پیچھے کی جانب انتہائی درندگی اور نہایت جوش و خروش سے ڈنڈے برسانے شروع کئے۔ الحمدللہ ہر ڈنڈے کی ضرب پر میں ''اللہ اکبر'' کی صدا لگا رہا تھا۔ جب میں اللہ اکبر کہتا تو...... نہایت ہی گندی گالیاں بک کر کہتے کہ تمہارا اللہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس آگیا ہے۔ دیکھ آج ہمارے پاس حکومت ہے، پاور ہے، سب کچھ ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے؟ اگر اللہ تیرے ساتھ ہے تو بسم اللہ پڑھ کر اپنے ہاتھ کی بیڑیاں توڑ کر دکھلا دے، اس طرح وہ میری بے بسی اور کمزوری کا مذاق اڑاتا۔ اللہ رب العزت، جنت اور حور وغیرہ کے متعلق نہایت ہی گھٹیا اور ناقابل بیان تبصرہ کرکے اپنے دل کی خباثت و گندگی کا ثبوت دیتا رہتا........

پتہ نہیں کتنے ڈنڈے برسائے، آخر وہ تھک گیا اور اس کی سانس پھولنے لگی تو وہ رک گیا، تب..... نے اپنے مدعا اور مقصد پر آتے ہوئے براہ راست یہ سوال کیا کہ: بتا اکشر دھام مندر پر حملہ کس نے کروایا تھا؟ اس وقت میرے پیروں تلے زمین سرک گئی اور کلیجہ منھ کو آگیا، زبان کانٹے کی طرح خشک ہوگئی اور مجھے معاملہ کی سنگینی کا اس وقت احساس ہوا کہ مجھے کس بھیانک جرم میں پھنسانے کی سازش ہورہی ہے میں نے پوری قوت سے چلاکر کہا کہ خدا کی قسم! میں بالکل بے قصور ہوں اور میں اس معاملہ میں کچھ بھی نہیں جانتا..... نے برہم ہوکر .... کہا: مارو اسے۔ اس ظالم نے دوبارہ میری سُرین پر نہایت ہی جنون و پاگل پن سے ڈنڈے برسانے شروع کئے یہاں تک کہ میرے کپڑے خون سے تر ہوگئے تو کہا ہاتھوں پر مارو۔ پھر میری ہتھیلیوں پر اتنے ڈنڈے برسائے کہ ہتھیلیوں کا رنگ بدل گیا اور دونوں ہتھیلیاں ہری ہوگئیں، ظالم .... کی نظر میرے پیروں پر پڑی تو کہنے لگا موٹا تازہ ہے بھینس جیسے پیر ہیں اس کے پیروں پر ڈنڈے برساؤ۔ چنانچہ ظالموں نے مجھے گرادیا اور وہ موٹا و مکروہ

چھرے والا شخص مجھے الٹا لٹا کر میری پیٹھ پر بیٹھ گیا، دوسرے دو لوگ میرے پیروں پر بیٹھ گئے۔ دو لوگوں نے میرے ہاتھ اور سر کو پکڑ لیا پھر.... نے اسی حالت میں میرے پیروں کے تلووں پر ڈنڈے برسانے شروع کئے۔بس یہ ظالم ڈنڈے برساتا رہا تھک جاتا تو کچھ دیر رک جاتا رکنے پر.... گالی دے کر کہتا اور مار! کیوں رک گئے؟۔ وہ کہتا صاحب تھک گیا ہوں تھوڑا آرام کرلوں، پھر وہ مارنا شروع کرتا، پیروں سے ہٹ کر پیچھے مارنا شروع کرتا، مجھے پتہ نہیں کہ کتنے گھنٹوں تک یہ سلسلہ چلا اور مجھے کتنے ڈنڈے مارے گئے میرے اندازے کے مطابق کم از کم ڈیڑھ سو، دو سو ڈنڈے ضرور مارے ہوں گے آخر کار میں بے ہوش ہو گیا اور میرے منھ سے اللہ اکبر اور چلانے کے بجائے کراہنے اور سسکنے کی آوازیں نکلنے لگیں تو یہ سلسلہ رک گیا....

ابھی یہ داستان مکمل نہیں ہوئی ہے۔ یہ تو شروعات ہے۔آگے چل کر مفتی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اور خصوصاً ان اکاان کاؤنٹر کرنے کے لئے بار بار لے جانے کی جو تفصیلات لکھی ہیں، بلا شبہ ان کو پڑھ کر اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا آسان نہیں۔اور یہاں یہ یاد دلانے کی بھی چنداں ضرورت نہیں کہ یہ دو واقعات تو صرف بطور مثال ذکر کئے گئے ہیں، ورنہ ہزاروں نوجوانوں کے ساتھ مدتوں سے یہی سب ہو رہا ہے۔

میں نے جو بات خاص طور پر مسلم جماعتوں اور تنظیموں کے قائدین سے عرض کرنے کے لئے یہ موضوع چھیڑا ہے وہ یہ ہے کہ یہ بات بالکل درست ہے کہ ایسے مظلوموں کے مقدمات کی پیروی کے سلسلے میں آپ حضرات (خصوصاً جمعیۃ العلماء کے دونوں دھڑوں کے ذمے داران) جو کوششیں کر رہے ہیں بلا شبہ وہ نہایت قدر و تحسین کے لائق ہیں، اور اسی وجہ سے نہ صرف مظلومین اور ان کے اہل خانہ و متعلقین بلکہ پوری ملت آپ کی احسان مند اور آپ کے لئے دست بدعا ہے۔مثال کے طور پر ان ہی مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب اور ان کے ساتھیوں والے مذکورہ بالا کیس میں جمعیۃ علماء (مولانا ارشد مدنی) نے جو کاوشیں کی ہیں ان کا اعتراف خود مفتی صاحب نے اپنی اس کتاب میں بار بار کیا ہے، اس سلسلہ میں ان کے قلم سے نکلا ہوا صرف ایک جملہ یہاں نقل کرتا ہوں۔ہائی کورٹ سے بھی جب انصاف نہیں ملا اور مرحلہ آیا سپریم کورٹ جانے کا تو مفتی صاحب کی روایت کے مطابق جب کچھ حضرات حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو:

''وہ نہ صرف ہمارا مقدمہ لڑنے اور اس کے اخراجات کے لئے آمادہ ہو گئے، بلکہ حضرت نے فرمایا کہ اگر ایک کرور روپے بھی خرچ ہوں تب بھی ہم دیں گے،ان کا مقدمہ لڑنا ہماری مغفرت کا ذریعہ بنے گا انشاء اللہ!''

اور یہی ایک مقدمہ نہیں جمعیۃ علماء کے یہ دونوں بازو بلا مبالغہ سیکڑوں مظلوموں کے مقدمات کی نہایت سنجیدگی سے مختلف عدالتوں میں پیروی کررہے ہیں، نیز بعض مقدمات کی پیروی انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی کچھ غیر مسلم تنظیمیں بھی کررہی ہیں۔

میں ان سب حضرات اوران سب تنظیموں سے، ان کی کاوشوں کی بھرپور قدر کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ سب باہمی صلاح ومشورے سے ملک میں ایک ایسی جدوجہد کا بیڑا اٹھائیں کہ اس طرح کے مظالم کا سلسلہ ہی بند ہو؟ یا کم سے کم قابل لحاظ حد تک ان میں کمی واقع ہو؟ گستاخی معاف! ہماری ناقص فہم میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آخر ان مظالم کے سد باب کے لئے ایک منصوبہ بند جدوجہد کیوں نہیں شروع کی جاسکتی۔؟ ہمیں یہ یقین کرنا چاہئے کہ یہ اقدامی جدوجہد بھی رضائے الٰہی اور حصول مغفرت کا یقینی وسیلہ بنے گی.......

جو بات اس سلسلہ میں اقدامی کارروائی کے لئے حوصلہ بڑھاتی ہے وہ یہ ہے کہ آج بھی ہمارے ملک میں ۔اور یہی صورت حال شاید پوری دنیا میں بھی ہو۔ بہت بڑی تعداد میں ایسے غیر مسلم افراد، ادارے اور حلقے ہیں جو اس جدوجہد میں آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔آپ ہم سے زیادہ جانتے اور دیکھتے ہیں کہ ہمارے جو مظلوم نوجوان مدتوں کی قید وبند کے بعد عدالتوں سے بری قرار دئے جاتے ہیں، ان کے مقدمات کی سماعت کرنے والے اور منصفانہ فیصلہ سنانے والے زیادہ تر جج غیر مسلم ہی ہوتے ہیں، اسی طرح ان مقدمات کی پیروی کرنے والے اکثر وکلاء بھی، اوران میں سے بعض کے بارے میں تو بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنی فیس میں غیر معمولی رعایت بھی کردیتے ہیں اور مقدمات کی پیروی میں صرف انسان دوستی اور مظلوم کی مدد کے جذبے سے اپنے عام معمول سے زیادہ محنت اور لگن کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔

بہرحال ہمارے ملک میں اس بات کے بہت روشن امکانات موجود ہیں کہ مذہب وملت کی تفریق کے بغیر زیادہ سے زیادہ انصاف پسند لوگوں کو اکٹھا کرکے ظالمانہ نظام سے سب کی نجات اور انصاف کے نظام کے قیام کی ایک زبردست جدوجہد کی جائے۔

یہ کام اصل میں ہماری ان شخصیتوں اور جمعیتوں کے کرنے کا ہے جو مسلمانانِ ہند کے ملی واجتماعی مسائل کے حل کے لئے میدان عمل میں سرگرم عمل ہیں۔تاہم اس کی کوشش کچھ کمزور وناتواں افراد نے شروع بھی کردی ہے۔خدا کرے کہ ہمارے وہ حضرات جو واقعۃً اس کام کے اہل ہیں وہ اس طرف عزم وہمت اور سنجیدگی کے ساتھ متوجہ ہوں۔

# پروفیسر کلیم عاجز صاحب: اِلی رحمۃ اللہ

۱۵ / فروری ۲۰۱۵ء کو جناب ڈاکٹر کلیم عاجز صاحب ۹۰ سال کی عمر میں پٹنہ بہار میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ کلیم عاجز ایک بہت اچھے انسان اور بہترین شاعر تھے، پتلے دبلے، نحیف نزار، سادگی اور شرافت کا پیکر، دل میں غم واندوہ کے پہاڑ کے ساتھ ساتھ عزم واستقلال کے انبار چھپائے ہوئے۔ یونیورسٹیوں میں پڑھے بھی اور پڑھایا بھی مگر زندگی بھر مشرقی تہذیب وروایات کو سینے سے لگائے رہے۔ کلیمی شان بھی رکھتے تھے اور عاجزی کا بھی دل کش نمونہ تھے، گویا پوری طرح اسم بامسمّٰی۔

راقم کے والد ماجد میرے بچپن ہی سے اپنے نام آنے والے کچھ خطوط کے جوابات مجھ سے املاءً (غالباً بغرض تربیت) لکھوانے لگے تھے، اس کی بدولت سال میں تین چار مرتبہ ایک جوابی پوسٹ کارڈ نظر سے گذرتا تھا اور بے حد خوبصورت تحریر کی وجہ سے بار بار اسے پڑھنے کا دل چاہتا تھا، میں اتنا ہی جانتا تھا کہ اس خط کے لکھنے والے کا نام "کلیم عاجز ہے" کافی عرصہ کے بعد جب یہ ناچیز بغرض تعلیم مدینہ منورہ پہونچا تب وہاں اکثر سال میں ایک بار کلیم صاحب کی حاضری ہوتی تھی، اور خصوصاً محترم جناب سید طارق حسن عسکری صاحب کے طفیل کلیم صاحب سے ملاقات اور ان کو قریب سے دیکھنے اور سننے کا ہم چند ندوی طلبہ کو خوب موقع ملتا تھا، مجھے یاد ہے کہ ایک دو ہی ملاقاتوں کے بعد، ان کے پاس جاتے وقت صرف کلام سننے کی نہیں "یک دو ساعت صحبتے با اہل دل" کی نیت ہونے لگی تھی۔۔۔ کافی دنوں کے بعد پتہ چلا کہ یہ شخص جو شاعری نہیں ساحری کرتا ہے، تبلیغی جماعت سے گہری وابستگی بھی رکھتا ہے، پھر اپنی آنکھوں سے ان کو مرکز نظام الدین میں جس عمومی انداز میں حاضری دیتے اور مختلف مجالس میں بیٹھے بھی دیکھا، اور اپنے مرشد وامیر حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے ان کے انتہائی والہانہ تعلق اور ان کی خصوصی عنایت وتوجہ کے مناظر بھی دیکھے تو اور زیادہ ان کی شخصیت کی گہرائی وگیرائی کا اندازہ ہوا۔

شاعری میں ان کے مقام کا اندازہ اس سے کیجئے کہ بڑے سے بڑے اساتذۂ فن نے ان کی عظمت کے آگے سر جھکایا ہے۔ فراق گورکھپوری جیسا عظیم شاعر جو اچھے اچھوں کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، ان لفظوں میں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہو گیا:

> "جب میں نے کلیم عاجز صاحب کا کلام سنا تو شاعر اور اس کے کلام پر مجھے ٹوٹ کر پیار آیا، ہم آہنگی اور ناقابل برداشت خوشی کے جذبات میرے اندر پیدا ہو گئے، ان کا کلام مجھے اتنا

پسند آیا کہ مجھے تکلیف سی ہونے لگی، اور کلیم عاجز پر غصہ آنے لگا کہ یہ کیوں اتنا اچھا کہتے ہیں؟ ان کے اس جرم اور قصور کے لئے میں کبھی انہیں معاف نہیں کرسکتا، اتنی ڈھلی ہوئی زبان، گھلاوٹ، لب ولہجہ کا یہ جادو جو صرف انتہائی خلوص سے پیدا ہوسکتا ہے، اس سے پہلے اس موجودہ صدی میں دیکھنے سننے کو نہیں ملا تھا، ان کا کلام سن کر خود اپنا کلام بھول گیا۔۔۔‘‘

کلیم صاحب کو فیاض ازل نے ایک ایسا حساس اور دردمند دل دیا تھا جو محبت کرتا تھا اور ٹوٹ کر کرتا تھا، شیفتگی اور وارفتگی کے خمیر سے ہی ان کا وجود تیار ہوا تھا، اور قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ملک کی تقسیم سے پہلے اور بعد میں نفرت اور قتل وغارتگری کا جو طوفان آیا تھا اور اب بھی رہ رہ کر اس کی ہلاکت خیز موجیں قہر ڈھاتی رہتی ہیں، اس کی لپیٹ میں ان کا گاؤں بھی آیا، اور خاص بقرعید کے دن حیوانیت نے ایسا ننگا ناچ دکھایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے سات آٹھ سو مرد اور عورتیں شہید کردیئے گئے، ان میں ۲۰-۲۲ تو کلیم صاحب کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے، ان شہید ہونے والوں میں ان کی ماں بھی تھیں اور چھوٹی بہن بھی جنہوں نے درندوں سے اپنی آبرو بچانے کے لئے ایک کنویں میں کود کر جان دے دی تھی، مگر اپنی عصمت بچالی تھی۔ اسی جانکاہ حادثہ نے کلیم صاحب کو جو محبت کا پیکر تھے اور محبت کے سوا کچھ نہ جانتے تھے، نہ سوچتے تھے، انہیں شاعر بنادیا، اور پھر وہ اپنے درد وغم کو پورے ۶۰ سال تک اس طرح اشعار کے قالب میں ڈھالتے رہے کہ آہستہ آہستہ ان کی شاعری کے ذریعہ ہندوستانی مسلمانوں کی درد بھری تاریخ مرتب ہوگئی اور ملک کے کروروں مظلوم اور حساس لوگوں کو اپنا ایک ترجمان مل گیا، اسی المناک واقعہ کی طرف انہوں نے اپنے اس مشہور شعر میں اشارہ کیا ہے:

وہ جو شاعری کا سبب ہوا، وہ معاملہ بھی عجب ہوا
میں غزل سناؤں ہوں اس لئے کہ زمانہ اس کو بھلا نہ دے

اور اسی لئے انہوں نے صاف صاف کہا:

میری شاعری میں نہ رقصِ جام ہے نہ مے کی رنگ فشانیاں
وہی دکھ بھروں کی حکایتیں، وہی دل جلوں کی کہانیاں

---

**کلیم عاجز کے ان گوناگوں اوصاف کی وجہ سے دل پر شدید تقاضا ہے کہ ان کے تذکرے پر مشتمل الفرقان کی ایک خاص اشاعت پیش کی جائے۔ ہمارے نوجوان رفقاء بالخصوص مولانا عمرین رحمانی بھی اس کی پرزور تائید کررہے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ شمارے (مئی، ۲۰۱۵) میں اس کے بارے میں واضح اعلان کردیا جائے گا۔**

## مولانا ذوالفقار نقشبندی؛ الیٰ رحمۃ اللہ

اسی طرح مارچ کے اوائل میں بہار کے ایک اور صاحب نسبت بزرگ اور داعی الی اللہ مولانا ذوالفقار نقشبندی بھی سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ بہار میں نقشبندی سلسلہ کے متعدد مشائخ گذرے ہیں، جن سے اپنے اپنے وقت میں اصلاح وتزکیہ کا بڑا کام مشیت الٰہی نے لیا، مولانا اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھے، مولانا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے تبلیغی جدوجہد میں بالکل عمومی انداز سے مشغولیت کے طریق کو اختیار کر کے اپنی مشیخت کو بالکل چھپا رکھا تھا۔ اسی راستے کے ایک سفر کے دوران بالکل اچانک ان کا بلاوا آ گیا، اور اپنے مالک کے حضور میں حاضر ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ

**قارئین الفرقان سے ان دونوں مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے اہتمام کی گذارش ہے۔**

☆☆☆

# اطلاع

ہم اپنے معزز قارئین کو یہ اطلاع دینے پر مجبور ہیں کہ اِس ماہ کے شمارہ (اپریل ۲۰۱۵) سے نگاہ اولین اپنے سابقہ معمول صفحہ ۳ کے بجائے صفحہ ۵ سے شروع ہوگا، کیونکہ محکمہ ڈاک کے نئے حکم نامہ کے تحت صفحات کے نمبرات سرورق سے جوڑے جائیں گے، اِس طرح اب بیرونی واندرونی سرورق (Title cover) بالترتیب صفحہ ۱ اور صفحہ ۲ ہوئے، فہرست والا صفحہ اور ۳ اور اُسکے بعد والا زرتعاون کی تفصیل والا صفحہ ۴ ہوا۔ اِس طرح نگاہ اولین صفحہ ۵ سے شروع ہوگا۔ اِس ترتیب سے آخری اندرونی صفحہ ۵۶ کے بجائے صفحہ ۵۸ شمار کیا جائے گا۔ نیز پشت کور والے اوراق (Back cover) ۵۹ اور ۶۰ ہوں گے۔ ہم بہت کوشش کے باوجود اِس عجیب وغریب قانون کی وجہ نہیں سمجھ سکے، اِس کا مقصد اور ضرورت اللہ رب العزت کو معلوم ہے، یا محکمہ ڈاک کے لال بجھکڑوں کو۔ شاید یہی ہیں وہ اچھے دن جن کا ہم سے کسی نے وعدہ کیا ہوا ہے!!

ناظم ادارہ

محفل (۱۴۳) سورۃ الأنعام (۲)

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

# اللہ ہی تنہا مالک ومعبودِ کائنات اور قادرِ مطلق ہے

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ
اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ
اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾
قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا
الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ
لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

## ترجمہ

پوچھو (اے نبی) کہ کس کا ہے وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ کہو اللہ ہی کا ہے۔ اس نے

اپنے اوپر رحمت واجب کر رکھی ہے۔(البتہ) وہ ضرور تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا، جس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ وہ کہ جو اپنے آپ کو نقصان میں ڈال چکے ہیں، وہ بہرحال ایمان نہیں لائیں گے(۱۲) اور (سنو کہ) اُسی کا ہے جو ساکن ہے رات میں اور (متحرک ہے) دن میں، اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے(۱۳)

کہو کہ کیا میں اللہ کے سوا، جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، کسی دوسری ہستی کو اپنا کارساز ٹھیرالوں۔ جبکہ وہی ہے جو سب کو روزی دیتا ہے اور وہ خود کسی سے روزی نہیں پاتا۔ کہو کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے سر جھکانے والا بنوں اور (یہ کہ) تو مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا(۱۴) کہو کہ میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف مجھے ہے۔(۱۵) جو کوئی اس دن اس عذاب سے بچا دیا گیا تو جانو اللہ نے اس پر رحم فرمایا، اور یہی چیز ہے جو عظیم کامیابی ہے(۱۶) اور تجھے جو کوئی تکلیف (اے بندے) اللہ پہنچائے تو اسے دور کرنے والا خود اس کے سوا کوئی نہیں، اور کسی بھلائی سے وہ تجھے نوازے تو (اس کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں) وہ ہر بات کی قدرت رکھنے والا ہے(۱۷) اور وہ پورا زور رکھنے والا اپنے بندوں پر ہے۔ اور بڑا حکیم بڑا باخبر وہ ہے۔(۱۸)

کہو کہ کون چیز ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے؟ کہو، اللہ! وہ گواہ ہے میرے اور تمھارے درمیان۔ اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمھیں اور جس تک بھی یہ پہنچے اُسے اس کے ذریعہ خبردار کردوں۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا اور بھی کچھ معبود ہیں؟ کہو میں نہیں اس کا گواہ ہوں، کہو کہ وہی اکیلا معبود ہے اور میں بَری تمھارے شرک سے ہوں(۱۹) وہ لوگ کہ جنھیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اس کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ پر وہ کہ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالدیا ہے وہ نہیں ایمان لائیں گے(۲۰) اور کون اس سے بڑھ کر ظالم ہوسکتا ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا(۲۱)

## آیتوں کا مرکزی مضمون

توحید و آخرت ہی کی یاددہانی ان مبارک آیتوں کا بھی مضمون ہے۔ شروع کی آیتوں میں کھڑ کھڑا دینے کا انداز تھا (جیسا کہ سورہ القَارِعة (۱۰۱) کا انداز) کہ کسی میں کچھ بھی صلاحیت حق کی جانب توجہ کی ہو تو اس کو کان ہوجائیں۔ اب اس انداز سے ہٹ کر عام تبلیغی لہجہ کے مطابق فرمایا جارہا ہے (قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) پیمبر! ان منکرین دعوتِ قرآن سے پوچھو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کون اس کائنات کا مالک اور فرمانروا ہے؟ (قُلْ لِّلّٰہِ) (اور پھر) کہو اللہ ہی کا! یہاں سوال کے ساتھ جواب بھی جو خود آپؐ ہی سے دلوا جا رہا ہے، سو اس لئے کہ مشرکین اللہ ہی کے خالق و مالک ہونے کے منکر نہیں تھے، جیسا کہ اوپر گزرا۔ پس آپ ہی کی زبان سے جواب ایسا ہے جیسے کہا جا رہا ہو ''کیا اللہ ہی کا نہیں ہے؟''

اس کے بعد فرمایا گیا کہ عالَم کے اس خالق و مالک نے اپنے اوپر رحمت لازم کی ہوئی ہے۔ (کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ)۔ یعنی یہ تو اس کی عمومی صفت ہے۔ اور یہ کائنات جس کی بات ہو رہی ہے اس میں اصلاً اس کی یہی صفت تو کام کر رہی ہے۔ یہ صفت رحمت ہی عالم پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اِسی سے اس عالم کا وجود اور اس کی رونق و بوقلمونی۔ اور یوں بھی کوئی غیر عاقل ہستی ہی ہو سکتی ہے جو ایسی رنگا رنگ دنیا وجود میں لائے اور پھر اسے پھلنے پھولنے کے لئے اپنے رحم و کرم کا سایہ نہ عطا کرے۔ الغرض یہاں فرمانا یہ ہے کہ ہماری اسی رحمتِ عام کا یہ طفیل ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اپنی مرضی اور خواہشات پر چلنے کی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔

لیکن ہماری پیدائش من مانے طریقہ پر جینے کے لئے نہیں ہوئی ہے، کہ یہ بھی کسی عاقل ہستی کا کام نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک بے مقصد و بے منصوبہ تخلیقی عمل کا قدم اُٹھائے۔ یہ تو محض ایک کھلنڈرے کا کھیل کہلائے گا۔ خود ارشاد فرمایا گیا ہے: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ (اور ہم نے زمین و آسمان اور ان کے بیچ کی مخلوق کو کچھ کھلواڑ کے طور پر نہیں پیدا کیا ہوا ہے۔ الانبیاء۔ ۱۶/۲۱) بلکہ اس تخلیق کی ایک غایت و غرض ہے، جسے ایک جگہ یوں بیان فرمایا گیا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ (الذاریات ۵۶/۵۱) اسی غرض و غایت کے تقاضہ سے انبیاء و رسل بھیجنے اور کتب و صحائف نازل کرنے کا سلسلہ قائم فرمایا گیا کہ جن و انس پوری پوری رہنمائی اپنی زندگی کے مصرف کے بارے میں پا لیں۔ اور یہ چیز زندگی کی نعمت کے بعد اس سے بھی بڑی نعمت تھی۔ اور پھر ایک دن مقرر فرمایا گیا کہ اس میں ان نعمتوں سے متعلق انسانی رویہ کی جانچ اور اس پر انعام یا عتاب ہر ایک کے حصہ میں آئے۔ اسی کے بارے میں یہاں آگے فرمایا جا رہا ہے: لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ) اس نے اپنے اوپر یہ بھی لازم کیا ہوا ہے کہ تم سب کو قیامت کے دن میں، وہ دن کہ جس کا آنا شک و شبہ سے بالاتر ہے، اکٹھا کرے۔ پس اس پر ایمان اور اس کے لئے

تیاری لازمۂ ایمان ہے مگر: ''اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ (جن لوگوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے، اور وہ اس معقول بات پر بھی غور کرنے کو تیار نہیں، اُنھیں ظاہر ہے کہ توفیق نہیں مل سکتی کہ ایمان لائیں، اور عتاب و عذاب سے بچ کر انعام واکرام پائیں) فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ۔

## عالَم کی کوئی شئ اس کے احاطۂ قدرت وعلم سے باہر نہیں

آگے ارشاد ہوا ہے: وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ ؕ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۳﴾ (اور اسی کا ہے جو سکون پاتا ہے رات میں اور سرگرمِ حرکت رہتا ہے دن میں اور وہ سمیع وعلیم ہے) یہاں کئی باتیں کچھ وضاحت طلب ہیں:

(۱) آیت میں حرکت کا لفظ نہیں ہے صرف (مَا سَکَنَ) سکون کا لفظ ہے۔ پس یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سَکَنَ کا لفظ سکون پانے کے بجائے ٹھیرنے اور قرار پانے کے معنیٰ میں ہو، جو دن اور رات دونوں کے حق میں صحیح ہے۔ کچھ مفسرین کی رائے یہی ہے۔ اور کچھ کے نزدیک (جیسے کہ صاحبِ روح المعانی) یہاں ما سَکَنَ کے بعد دن کی مناسبت سے وَ تحرّک کا لفظ حرکت کے مفہوم میں محذوف ہے، جو کہ از روئے زبان جائز ہے اور قرآن میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

(۲) اس سے اوپر کی آیت ''قُلۡ لِّمَنۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ۔۔۔'' الاٰیۃ میں فرمایا گیا تھا کہ زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کا ہے، اور اِس حقیقتِ توحید کے منکرین کا انجام روزِ قیامت خراب ہونے کی خبر دی گئی تھی، اب اس آیت (وَلَہٗ مَا سَکَنَ) سے اسی حقیقتِ توحید کی تاکیدِ مزید بظاہر مقصود ہے جس پر انجام کا دارومدار ہے۔ یعنی اے پیغمبر مزید یہ بھی کہو کہ ''وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ۔ اور یہ تاکید اُسی پہلے عنوان قُل لِمَنۡ مَّا فی السّمٰواتِ وَالارْضِ ہی کو دوہرا کر نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ ''اندھیرا اُجالا'' (الظلمٰت والنور) جس کے حوالہ سے بالکل شروع میں فرمایا گیا تھا کہ: تمام تعریفیں اس خدا کے لئے جس نے زمین آسمان بنائے اور اندھیرے اُجالے کی کیفیتیں پیدا کیں، یہاں اُسی ''اندھیرے اُجالے'' (یعنی رات اور دن) کے حوالہ سے کائناتِ عالم کی بلا شرکتِ غیرے ملکیت یاددلا کر توحید کو مؤکّد فرمایا گیا ہے۔ یعنی جو چیز جہاں بھی ہے اور جس وقت بھی ہے اللہ ہی کی مالکیت کے تحت ہے۔

پھر آخر میں ''وَہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ'' کے الفاظ میں ایک اور پیرائے سے تاکید در تاکید ہے،

کہ بس یہی نہیں کہ تمام مخلوق اس کے زیرِ حکومت ہے اور وہ مالکِ کُل ہے، بلکہ تمہارا ہر بول، وہ جہری ہو یا سرّی، وہ سنتا ہے، اور تمہاری کوئی سوچ اور کوئی خیال تک بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ یعنی اس کی صفتِ علم اور صفتِ سماعت بھی سارے عالَم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اسی حقیقت کو سورۂ طٰہٰ میں ان الفاظ میں اجاگر فرمایا گیا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝۶ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝۷ (آیات ۵ تا ۷)

وہ خدائے رحمٰن عرش (حکومت) پر متمکّن ہے، اسی کی مِلک ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان ہے۔ اور اگر تو پکار کر بات کہے تو (اس کا تو پوچھنا ہی کیا) وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے بھی زیادہ چھپی ہوئی کو بھی جانتا ہے۔

## توحید کی حقانیت کا ایک اور پہلو

آگے ارشاد ہو رہا ہے: قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا ۔۔ الآیۃ ''پیغمبر کہو، کہ کیا اللہ کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور وہ (سب کو) کھلاتا ہے اور خود اس کو کھلایا نہیں جاتا، میں کسی اور کو اپنا کارساز ٹھیرالوں، جیسا کہ تم چاہتے ہو؟ جبکہ جنھیں تم اس کے سوا معبود ٹھیراتے ہو، ان کے لئے تم ضروری سمجھتے ہو کہ کھانے پینے کے چڑھاوے چڑھاؤ۔'' سیرت کی تفصیلات میں آتا ہے کفارِ قریش کتنا زور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (معاذ اللہ) بددین ٹھیرانے کے لئے اس بات پر لگائے رہتے تھے کہ آپ اللہ کے ساتھ ان کے معبودوں کو نہیں مانتے تھے۔ پس ہدایت فرمائی جارہی ہے کہ ان سے کہو میں جسے وحدہٗ لاشریک معبود و کارساز مانتا ہوں وہ وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو نیست سے ہست کیا۔ اور جو ''غنی از ہردو عالم'' ہے۔ خالق بھی وہی اور رازق بھی وہی۔ اور مخلوق سے ادنیٰ حاجت اس کو نہیں، اس کے بعد کائنات میں کسی اور کا کچھ بھی عمل دخل ماننا بجز ظلم کے اور کیا ہے۔ اور مالکِ کائنات سے بغاوت کے سوا اُسے اور کیا کہا جائے؟

یہ کفار کے مخالفانہ پروپیگنڈے پر منفی ردِّ عمل تھا، آگے اس کی مثبت شکل میں فرمایا جارہا ہے: کہو کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا بندۂ مسلم بنوں اور حکم ہوا ہے کہ تو شرک کرنیوالوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا۔ پھر فرمایا جارہا ہے: کہو کہ مجھے ڈر اپنے رب کی نافرمانی پر ''یومِ عظیم'' روزِ قیامت کے عذاب کا ہے۔ وہ عذاب کہ جس شخص سے وہ اس دن ہٹا دیا گیا، جانو کہ اس پر اللہ کا بڑا رحم ہوا۔ اور وہ عظیم کامیابی ہے۔ ایک

دوسری جگہ اس دن کے اس رحم اور کامیابی کے بیان میں آتا ہے: فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ (پس جو کوئی جہنم سے بچادیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا وہ کامران ہوا۔ آلِ عمران۔ ۳/ ۱۸۵)۔ ان جملوں میں جو کچھ ہے وہ بندے کے اسلام کی پہلی شرط ہے، کہ شرک کے قریب نہ جائے، اور اس کے شائبہ پر بھی قیامت کے دن کی پکڑ کا خوف کرے۔ یہ ایسی شرط ہے کہ اس کی اہمیت سمجھنے کے لئے خود نبیٔ معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہلوایا گیا کہ اس معاملہ میں مجھ سے بھی بفرضِ محال اگر لغزش ہوئی تو قیامت کے دن کے عذاب سے بچنا مشکل۔ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ۔ آگے شرک کے ایک بے حقیقت خیال اور محض فریبِ نفس ہونے کے بیان میں ارشاد ہو رہا ہے: وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ ...الآیۃ۔ اللہ اگر تمھیں کسی تکلیف میں مبتلا کرے تو اسے کوئی (اس کے سوا) نہیں دور کرسکتا، اور کوئی راحت وہ پہنچائے تو بھی اس کا کوئی ہاتھ روکنے والا نہیں، کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ (علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر) اور تمھارے کسی معبود کا کوئی دخل ان معاملات میں نہیں۔ اور "وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ۞" وہ اپنے بندوں پر زور وغلبہ رکھنے والا اور حکیم وخبیر ہے۔ غرض الوہیت کے لئے جو اوصاف لازم ہیں وہ سب اس کی ذات میں ہیں جبکہ تمھارے ٹھیرائے ہوئے معبودوں میں ان کا نام ونشان بھی نہیں، بس تمھارے مفروضے ہیں۔

## شرک اور توحید کے مسئلہ میں اگر شہادت کی ضرورت ہے!

یہ شرک کے موقف کے مقابلہ میں موقفِ توحید کا بیان تھا۔ اور ہر طرح کافی وشافی بیان تھا، پر اس کے بعد بھی اگر فیصلہ کے لئے ضرورت کسی کی گواہی کی رہتی ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہو رہا ہے کہ کہو کہ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ (قُلۡ اَیُّ شَیۡءٍ اَكۡبَرُ شَهَادَةً (اور پھر کہو کہ یہ اللہ ہے (قُلِ اللّٰهُ ۟) یعنی یہ تو طے ہے کہ گواہی کے لئے سب سے بڑھ کر، کسی بھی اللہ کے ماننے والے کے لئے، خواہ مشرک ہی ہو، اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ پس وہ اللہ ہی میرے تمھارے درمیان گواہ ہے۔ (شَهِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَكُمۡ ۚ) اور اُسی کی طرف سے یہ قرآن مجھ پر اس غرض سے وحی کیا گیا ہے کہ میں تمھیں اور جس تک بھی اس کا پیغام پہنچے اسے، خبردار کردوں کہ توحید ہی حق ہے اور اسی میں خیریت ہے۔ پھر فرمایا: اَئِنَّكُمۡ لَتَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخۡرٰی ؕ (کہو کہ) کیا تم (اس کے باوجود) گواہ بنتے ہو کہ اللہ کے سوا کچھ اور بھی معبود ہیں؟ قُلۡ لَّاۤ اَشۡهَدُ ۚ (تم کہدو کہ میں نہیں گواہ بنتا) یعنی تم اگر یہ جرأت رکھتے ہو تو تم جانو تمھارا

کام، میں یہ جھوٹی شہادت نہیں دے سکتا جبکہ تم چاہتے ہو۔اور کہو کہ (اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾) وہی حقیقت میں اکیلا معبود ہے اور تم جو شرک کرتے ہو میں اس سے بری ہوں۔

## اہلِ کتاب اور دعوتِ اسلام

آگے بات اہلِ کتاب کے حوالہ سے آرہی ہے۔سورت اگرچہ مکی ہے مگر، جیسا کہ شروع میں اشارہ کیا جا چکا ہے، اپنے مضمون کے لحاظ سے بالکل اُس وقت کی ہونا ظاہر کررہی ہے جب کہ اہلِ مکہ پر برسہا برس کی دعوت اور محنت سے گویا حجت تمام ہو چکی تھی، یعنی مکی دور کے آخر کی۔اور اس وقت اسلام کی دعوت کا شہرہ ہر طرف ایسا ہو چکا تھا کہ اسی دور میں اہلِ مدینہ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رابطہ قائم کیا اور حلقہ بگوش ہوئے، تو مدینہ کے اہلِ کتاب میں بھی دعوتِ اسلام یقیناً زیرِ بحث آ چکی تھی۔اور بعض تفسیری روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے بھی تمھارے بارے میں پوچھا کہ کیا اس نبی کے بارے میں تمھارے یہاں کوئی ذکر ملتا ہے؟ تو انھوں نے نفی میں جواب دیا (روح المعانی) روایت اس لئے قرینِ قیاس ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آرہا تھا کہ آپ کا ذکر سابقہ کتابوں میں آتا رہا ہے اور سابق انبیاء آپ کی خوشخبری دیتے رہے ہیں۔پس ہونا چاہئے کہ کفارِ مکہ نے آپ کے خلاف ان لوگوں سے گواہی لانے کی کوشش کی ہو۔الغرض آپ کے زمانہ کے اہلِ کتاب کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ نہ ماننے کی بات اور ہے ورنہ یہ تو اس کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنی اولاد کو بے تکلف پہچانے (يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ م) کہ دسیوں بچوں کے بیچ میں بھی غور وخوض کی ضرورت نہیں ہوسکتی۔کیوں؟ اس لئے کہ ان کی طرف نازل کی گئی کتابوں میں آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ تک لکھا ہوا آیا ہے لیکن جنھوں نے اپنی قسمت پر مہر لگا لی ہے وہ بہر حال ماننے والے نہیں۔(اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾)

مذکورہ بالا روایت کی رو سے تو يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ م۔ کے جملہ میں يَعْرِفُوْنَهٗ کی ضمیر (ہٗ بہ معنیٰ اُس کو) کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہی ہوتی ہے، لیکن سلسلہ کلام چاہتا ہے کہ اس سے مراد قرآن پاک ہو، کہ اسی کی تعلیمات سے متعلق کفار کے رویہ پر بحث ہوتی آرہی ہے۔یعنی اہلِ کتاب جو قرآن کی تعلیمات سے اجنبی بن رہے ہیں یہ صرف بناوٹ ہے ورنہ یہ اس کی تعلیمات کی حقانیت کو بالکل اس طرح بے تکلف پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو کوئی پہچانے۔چنانچہ مفسرین

کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔

## بالآخر خسران ومحرومی ظالموں کا نوشتۂ تقدیر ہے

آخری آیت ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ (اللہ پر اگر کوئی شخص جھوٹ بہتان باندھتا ہے یا اس کی آیات کو جھٹلاتا ہے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ یعنی بڑا ہی ظالم و بدنصیب وہ شخص ہے۔) اس ظلم کا اشارہ کس طرف سمجھا جائے؟ اس میں دو امکان ہیں۔ ایک یہ کہ افتراء اور تکذیب دونوں ہی باتیں مشرکین کے بارے میں فرمائی جارہی ہوں۔ یعنی اوّلاً اللہ پر افتراء کرکے اس کے شریک ٹھیرا رکھے ہیں اور ثانیاً قرآن کی شکل میں جو حق کی تعلیم اس کے برعکس آرہی ہے اسے جھٹلاتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ نہیں ہے، محمد نے (معاذ اللہ) اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ دوم، یہ کہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افتراء کا الزام بھی دیا کرتے تھے۔ پس اس کی نفی کے لئے گویا آپ سے کہلایا جارہا ہے کہ میں اگر مفتری ہوں تو مجھ سے بڑھ کر ظالم کوئی دوسرا نہیں، اور اس کے برعکس اگر تم حق کو جھٹلا رہے ہو تو تم سے بڑھ کر ظالم کون؟ الغرض ظالموں کا کہیں ٹھکانہ نہیں، ان کے لئے فلاح سے محرومی لکھ گئی ہے۔ (اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾)

☆☆☆

حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

# نیک بختی کے تین گُر

[ذیل میں مصلح زمانہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کا ایک مکتوب پیش کیا جارہا ہے جو انہوں نے ایک بیرونی سفر کے دوران ایک سالک کو لکھا تھا ——— مدیر]

من فقیر
لینن گراڈ

## عزیز القدر آفاق حیدر صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیریت از بارگاہ رب العزت مطلوب ہے۔ آج کے روس کے صوبہ کیرل اور کنڈسا مکشا نامی ایک شہر سے لینن گراڈ واپسی ہے، یہاں پر تقریباً بیس انسان اسلام میں داخل ہوئے، انہیں دین کی بنیادی باتوں کی تعلیم دینے ہی میں وقت گذر گیا، تاہم ذکر و مراقبہ کی تعلیم سے یہ لوگ بہت خوش ہوئے۔ پچھلے ستر سال میں جس قوت اور شد و مد کے ساتھ ان لوگوں کو مادی دنیا میں دھکیلا گیا اب اسی قوت کے ساتھ یہ لوگ روحانیت سے آشنا ہونے کے متمنی ہیں، انسان کے اندر ضمیر نام کی ایک شئے بھی بڑی عجیب ہوتی ہے جو خواہشات نفسانی کے غلبے کی حالت میں بھی انسان کو حق کی نشاندہی کرتی رہتی ہے، یہ چنگاری مناسب موقع ملتے ہی مشعل کی مانند منزل کے نشان کو واضح کر دیتی ہے، اللہ کرے کہ کوئی ہاتھ پکڑ کر منزل پہ پہونچانے والا مل جائے تو زہے نصیب۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

قدموں پہ میرے گرد ہر اک راہ گذر کی ہے
چھانی بھی خاک میں نے بہت دربدر کی ہے

تانبے کا یہ وجود جو سونے میں ڈھال دے
مجھ کو تلاش ایسے مسیحا نظر کی ہے

**عزیزم!** جس طرح دردسر کا علاج تاج پہننے سے نہیں ہوتا اسی طرح دل کا علاج فقط جبہ و دستار پہننے سے نہیں ہوتا۔ اتنا ذکر کیا جائے کہ دل میں سچ اتر جائے۔ صوفی وہ ہے جس کا کردار گفتار کے موافق ہو۔ یاد رکھیں کہ جو عبادت دنیا میں مزہ نہیں دے گی وہ آخرت میں جزا بھی نہ دے گی۔ اور اد و اشغال کا بنیادی مقصد رذائل سے چھٹکارا پانا اور اخلاق حمیدہ کا حاصل کرنا ہے۔ جس سالک کو اخلاق حمیدہ میں سے تین خلق نصیب ہو گئے اس پر سعادت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

## تواضع

سالک تمام عبادات اور تقویٰ وطہارت کے باوجود اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر جانے۔ حدیث پاک میں ہے **من تواضع لله رفعه الله** ''جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کی اسے اللہ نے بلندی عطا کی'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور دعا ہے **اللهم اجعلني في عيني صغيراً وفي اعين الناس كبيراً** ''اے اللہ مجھے اپنی نگاہوں میں چھوٹا اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بنا دے'' آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس شاخ پہ پھل زیادہ ہوں وہ دوسروں کی نسبت زیادہ جھکی ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** ﴿الشعراء: ۲۱۵﴾ ''تو اپنے کندھے کو ایمان والوں کے لئے جھکا دے'' تصوف میں جس کو بھی ملا تواضع کی بدولت ملا۔

انکساری میں کیسی لذت ہے
یہ رئیس و نواب کیا جانیں

ہم سے پوچھو مزے فقیری کے
شیخ عالی جناب کیا جانیں

جسم میں سر اونچا ہوتا ہے لیکن ذلت ملے تو جوتے بھی سر پر لگتے ہیں۔ جب کہ پاؤں سب سے نیچے ہوتے ہیں مگر عزت ملے تو لوگ پاؤں پہ پگڑی رکھ دیتے ہیں۔

## ایثار و ہمدردی

دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینا سیکھیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسنین کریمین کی صحت یابی کے لئے تین دن روزے رکھنے کی نذر مانی۔تینوں دن روزہ رکھا مگر افطاری کے وقت سائل آجاتا تو جو کچھ موجود ہوتا اسے دے دیتے۔اللہ تعالیٰ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مہمان آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔آپ کے فرمان پر ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ اسے اپنے گھر لے گئے گھر میں بچوں کے کھانے کے لئے تھوڑا سا کھانا موجود تھا۔بیوی نے بچوں کو بہلا کر سلا دیا اور سارا کھانا دسترخوان پر لگا دیا۔جب مہمان کھانے لگا تو بیوی نے چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے اسے بجھا دیا۔صحابی رضی اللہ عنہ نے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کچھ نہ کھایا تاکہ مہمان خوب سیر ہو کر کھالے۔میاں بیوی نے رات بھوکے سو کر گذاری۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیات نازل فرمائی۔وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ "وہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود بھوک لگی ہو"۔

شیخ ابوالحسن انطا کی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شہر "رے" میں ۳۰ آدمی جمع ہوئے۔پانچ آدمیوں کا کھانا موجود تھا۔جب دسترخوان لگایا گیا تو روشنی بجھادی گئی۔ہر ایک نے کم کھایا تاکہ دوسرا بھائی زیادہ کھا سکے جب روشنی جلائی گئی تو ابھی کچھ کھانا دسترخوان پر موجود تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں چچازاد بھائی کو پانی پلانے لگے تو ہشام بن عروہ نے آہ کی۔بھائی نے سر کے اشارے سے کہا کہ پہلے ہشام کو پانی پلائیں جب اسے پانی پلانے لگے تو ایک اور مجاہد نے آہ کی۔ہشام نے خود پانی نہ پیا بلکہ سر کے اشارے سے کہا کہ اس مجاہد کو پانی پلائیں۔جب اس مجاہد کو پانی پلانے لگے تو وہ فوت ہوگیا جب ہشام کے پاس آئے تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے۔جب چچازاد بھائی کے پاس آئے تو وہ بھی جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکے تھے۔ایثار کی ایسی مثال کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکتی، شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ، شمام رحمۃ اللہ علیہ اور رقام رحمۃ اللہ علیہ کو حکومت وقت نے گرفتار کیا اور قتل کا فرمان جاری کیا۔جلاد سر اڑانے لگا تو ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ پہلے بڑھے۔پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا تو فرمایا کہ جتنی دیر میرے قتل میں لگے گی دوسرے دو بھائی اتنے لمحے اور جی لیں گے۔ایثار و ہمدردی کی کوئی حد نہیں، تاہم اپنی حرص کو دوسروں کے ایثار کا امتحان نہ بنانا چاہیے۔

## عفوودرگزر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں اونچے محل دیکھے تو پوچھا: اے جبرئیلؑ یہ کیا ہیں؟ جواب ملا جو لوگ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کردیتے ہیں اور غصہ برداشت کرتے ہیں یہ محلات ان کے لئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین باتیں لوہے کی لکیر ہیں:

۱۔ جس پر ظلم ہوا اور وہ معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

۲۔ جو شخص مخلوق کے سامنے اپنی حاجت کے لئے ہاتھ پھیلائے اللہ تعالیٰ اس کی قلت میں اضافہ کردیتا ہے۔

۳۔ جو شخص صدقہ دے اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص دوسروں کی غلطیوں کو جلد معاف کردے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کو جلدی معاف کردے گا۔ جو شخص دوسروں کی عیب پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ روز محشر اس کی ستر پوشی کرے گا۔ جو شخص دوسروں کے عذر جلدی قبول کرے گا اللہ تعالیٰ روز محشر اس کے عذر جلدی قبول فرمائے گا۔

لینن گراڈ کا ریلوے اسٹیشن آنے والا ہے لہٰذا جلدی میں یہ چند الفاظ سپرد قلم کئے ہیں۔ سمجھنے والے کے لئے تھوڑا بھی کافی ہوتا ہے اور نہ سمجھنے والے کے لئے کافی بھی تھوڑا ہوتا ہے۔

اندرون خانہ دعوات صالحات اور نیک تمنائیں۔

والسلام مع الکرام

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاعن کل شئی

☆☆☆

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی
ترتیب و پیشکش: خلیل الرحمٰن ندوی

# اسوۂ نبوی کا ایک اہم پہلو

[مہاراشٹر کے شہر کولہا پور کے کچھ علماء و اہل درد نے الفرقان کے خاص نمبر سے متاثر ہوکر ایک مخصوص اجلاس منعقد کیا جس میں تقریباً بارہ سو علماء و دانشوروں نے شرکت کی، اس اجلاس میں حضرت مدیر الفرقان کا تفصیلی خطاب ہوا، جو ذیل میں ملخصاً پیش کیا جارہا ہے —— خلیل الرحمٰن]

حمد و صلوٰۃ اور تعوذ و بسملہ کے بعد!

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

**اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم**

**اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم**

**اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم**

یہ شہر کولہا پور ایک عظیم تاریخ رکھتا ہے، کمزوروں اور مظلوموں کو انصاف دلانے کی کوششوں کا ایک بہت اہم سلسلہ اسی شہر کولہا پور سے جڑا ہوا ہے۔ خدا کرے کہ کولہا پور کا یہ اجلاس کسی ٹھوس منصوبہ بند مخلصانہ اور بے لوث کوشش کو آگے بڑھانے کے لئے ایک سنگ میل ثابت ہو، ورنہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو جلسوں کے لحاظ سے اس سے زیادہ مالدار قوم دنیا میں کوئی اور نہیں ہے اور جلسوں کے بعد کوئی خاص کام نہ کرنا اس میں بھی شائد کوئی ہم سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ آج سے تقریباً پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہوگی کہ ایک طویل ملاقات میں، جو چھ گھنٹوں تک یا اس سے بھی زیادہ چلی تھی جس میں اس عاجز کے ساتھ مسلم پرسنل

لاء بورڈ کے نائب صدر اور ملی کونسل کے سینئر رکن ڈاکٹر سید کلب صادق بھی موجود تھے، ملک کے ایک مشہور لیڈر نے کہا تھا:

’’آپ لوگوں کو تقریر کرنے کا جو فن آتا ہے، اگر ہمیں آتا ہوتا تو اب تک ہم بھارت کا نقشہ بدل چکے ہوتے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی تقریروں کا کوئی ٹھوس نتیجہ نہیں نکلتا۔ ہم تو اگر کسی گاؤں میں گرام پنچایت کی زمین پر گاؤں والوں کو اکٹھا کر کے صرف آدھے گھنٹے کا بھی بھاشن دیتے ہیں تو گاؤں میں اپنا سنگٹھن بنائے بغیر آگے نہیں بڑھتے۔‘‘

خدا کرے ہمارا آج کا یہ اجلاس کسی ٹھوس اور ایک لمبی جدو جہد کا نقطۂ آغاز ثابت ہو۔ سب سے پہلے میں اپنے اور آپ کے اس ایمان کو تازہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جس ہستی کو اللہ کا نبی اور رسول مانا، رحمۃ للعالمین مانا، اس عظیم ہستی کو ہم نے زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل ترین رہبر کی حیثیت سے مانا ہے، چنانچہ عبادت کرنے کا طریقہ ہم انہیں سے سیکھتے ہیں اور سیکھیں گے، روحانی ترقی کے راستے کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے تحفظ کا راستہ، مظلوموں کو انصاف دلانے کا راستہ اور انصاف کا نظام قائم کرنے کا راستہ بھی ہم انہیں سے سیکھیں گے۔ اگر یہ اور قوموں کی مجبوری ہو کہ وہ کسی سے روحانیت سیکھتے ہوں، کسی سے پوجا پاٹ کا طریقہ سیکھتے ہوں اور کسی سے سیاسی و سماجی سرگرمیاں سیکھتے ہوں تو یہ اور قوموں کی مجبوری تو ہو سکتی ہے لیکن مسلمانوں کے لئے یہ حرام ہے۔ میں لفظ حرام علماء کی مجلس میں بول رہا ہوں، مسلمانوں کے لئے حرام ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی میدان میں کسی اور کو اپنا آئیڈیل اور رہبر بنائیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ان سے نماز پڑھنے کا طریقہ تو سیکھتے ہیں، ذکر، دعا، تلاوت اور عبادات و مناجات کا طریقہ تو سیکھتے ہیں اور یہ اچھی بات ہے لیکن ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماجی انصاف قائم کرنے کے طور طریقوں کو نہیں سیکھتے، گویا ہم نے جانے یا انجانے میں ان کو مکمل رہبر ابھی تک نہیں مانا، یا یوں کہہ لیجئے کہ اس سلسلہ میں ان کی سیرت اور تعلیمات سے ملنے والی رہنمائی کو نہیں جانا۔ اور جب ہم خود نہیں جانتے تو دوسرے مظلوم طبقوں کے دردمند اور خدمت گذاروں کو کیا پتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماجی انصاف کے لئے کیا رہنما خطوط دے کر گئے ہیں، انہیں کیا معلوم؟ انہیں اتنا معلوم ہے کہ مسلمانوں کے ایک پیغمبر ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور چونکہ وہ اچھے لوگ ہیں اس لئے وہ ان کا احترام کرتے ہیں، آج شائد پہلی مرتبہ اتنی بڑی تعداد میں مجلس علماء کو لہا پور کی دعوت پر جواں عمر اور جواں ہمت علماء کی اتنی بڑی تعداد اس مقصد کے لئے جمع ہے اس لئے میں یہ کوشش کروں گا کہ پہلے

میں یہ بتاؤں کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے اس سلسلہ میں ہم کو کیا اشارے ملتے ہیں، میں صرف اشارے پیش کرسکوں گا۔

## مکہ میں قریش کا تسلط

جس ملک میں آپ بھیجے گئے اس ملک کے رہنے والے تقریباً ۹۹ فیصد لوگ مورتی پوجا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود یہ سو فیصد سچی بات ہے کہ وہ سب ایک نہیں تھے وہ الگ الگ قبیلوں اور برادریوں میں بٹے ہوئے تھے، جس طرح ہمارے ملک میں الگ الگ برادریاں اور الگ الگ کاسٹ ہیں، ٹھیک یہی صورت حال جزیرۃ العرب کی تھی (ہم بھارت کے رہنے والوں کو جزیرۃ العرب کی صورت حال کو سمجھنے میں جتنی آسانی ہونی چاہئے اتنی شائد دنیا میں کسی اور جگہ سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کو نہیں ہونا چاہئے)۔ چنانچہ علماء اور دانشور حضرات خاص طور پر غور کریں کہ رحمت دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا کہ یہ سب کی سب مورتی پوجا کررہے ہیں اس لئے یہ سب کی سب ایک قوم ہیں، بلکہ انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھا کہ یہ تمام قبیلے الگ الگ ہیں، اسی لئے الگ الگ قبیلوں سے آپ نے الگ الگ معاملہ کیا بلکہ اس سے پہلے آپ نے مکہ میں یہ کیا کہ مکہ میں قریش کا جو سیاسی نظام چل رہا تھا آپ نے نہ اس کو غلط کہا اور نہ یہ کہا کہ ہم اس کو نہیں مانتے اور نہ ان کے خلاف ہتھیار لیکر کھڑے ہوئے، اور پہلے ہی دن سے اس معاشرے کے خلاف انقلاب برپا کرنے کا نعرہ نہیں دیا جو ظلم پر مبنی اور صحیح بنیادوں پر قائم نہیں تھا، جس میں عام انسانوں کی رائے کا کوئی احترام نہیں تھا، بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ **"جس کی لاٹھی اس کی بھینس"** یہ سسٹم چل رہا تھا مگر آپ نے ایک زبردست حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے آپ نے تسلیم کیا کہ قریش جزیرۃ العرب کی اس وقت وہ طاقت ہے خاص طور پر مکہ کی جس کے سسٹم کے ساتھ ڈیل کرتے ہوئے اسی کے اندر سے ہم کو انصاف کے قائم کرنے کے راستے نکالنے پڑیں گے۔ ڈیل کرنے یا تسلیم کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے اس کی زیادتیوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں اور یہ تمنا کرنا چھوڑ دی کہ اس سسٹم میں جتنی باتیں انصاف کے خلاف ہیں وہ نکل جائیں، اور جو انصاف کی کمی ہے وہ اس میں آجائے۔ یہ تمنا کرنا ہی آپ نے چھوڑ دیا، تسلیم کرنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔ اور انصاف کی کمی کو دور کرنے کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ آپ پہلے ہی دن سے ہتھیار لیکر اس کے پیچھے پڑ جاتے، یہ غلطی آپ نے نہیں کی، بلکہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے اسی ماحول میں رہتے ہوئے اور اپنا اصل کام دلوں کی تبدیلی کی محنت کرتے ہوئے آپ نے اس حقیقت پر بھی نظر رکھی کہ جب تک مکہ مکرمہ اور

جزیرۃ العرب پر سے قریش کا وہ تسلط کمزور نہیں پڑے گا، وہ ہمہ گیر تبدیلی جو جزیرۃ العرب میں آپ لانا چاہتے تھے وہ نہیں آسکے گی۔ لیکن اس کے لئے ایک طویل جدوجہد درکار ہوگی، چنانچہ آپ نے اپنی مکی زندگی میں قریش کو نہ تو للکارا اور نہ ان کے سسٹم کو پوری طرح نظرانداز کیا۔ اور یہ آپ کے اسی طرز عمل کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ان کے نسبتہً کشادہ دل لیڈروں کی حمایت یا پناہ قبول کی۔ اور جب ابوطالب کی وفات کے بعد مکہ میں بظاہر اس کا کوئی امکان آپ کو نظر نہ آیا تو آپ نے طائف کا سفر کیا، طائف کے انتخاب کی ایک وجہ یہ نظر آتی ہے کہ طائف میں بھی قریش کا اقتدار تھا۔ اور پھر جب طائف میں بھی آپ کو وہ حمایت نہ ملی، بلکہ طائف میں تو وہ ہوا جو اب تک آپ کے ساتھ مکہ میں بھی نہیں ہوا تھا، پھر آپ مکہ واپس آئے اور واپسی کے موقع پر مکہ کے ایک لیڈر مطعم بن عدی کی حمایت آپ کو حاصل ہوگئی، اور آپ نے اس کی حمایت قبول کی ——— آپ کے اس طرز عمل سے ہمیں سیکھنا چاہئے کہ تمام تر اعتماد وتوکل اللہ کی ذات سے وابستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اسباب کے طور پر وقت کے سیاسی نظام سے ڈیل کرتے ہوئے قدم بہ قدم آگے بڑھنے کا طریقہ اپنانا ہوگا۔

## میثاق مدینہ

بالآخر وہ وقت آیا کہ آپ نے اپنی جدوجہد کا مرکز مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ خود بھی ہجرت کرکے مدینہ آگئے، یہاں آکر آپ نے بالکل شروع کے دور میں بہت اہم قدم یہ اٹھایا کہ مدینہ میں موجود مختلف قبیلوں اور مختلف سماجی اکائیوں کے لیڈروں کی ایک میٹنگ بلائی۔ اس میٹنگ میں آپ نے تمام شرکاء کے سامنے اس مسئلہ پر غور کرنے کی تجویز رکھی کہ مدینہ میں ہم سب ایک پُرامن معاشرہ کیسے قائم کرسکتے ہیں۔ اور غور وفکر کے بعد ایک معاہدے پر سب نے دستخط کئے، جس کی رو سے سب الگ الگ سماجی اکائیوں میں رہتے ہوئے ایک امت بن کر رہنے پر راضی ہوئے اور ایک مشترکہ پروگرام پر اتفاق رائے ہوا، اور آپ کو سب نے اپنا بڑا اور مرجع بھی تسلیم کرلیا، یہاں یہ بھی ذہن میں رکھیئے گا کہ اگرچہ ان لوگوں میں مشرکین اور یہودی بھی تھے مگر آپ نے ان کی مذہبی شناخت کے بجائے ان کی قبائلی وسماجی شناخت کو اصل قرار دے کر ان کی الگ الگ سماجی اکائیوں کو معاہدے کی بنیاد قرار دیا، اور امن وانصاف کے قیام کے لئے سب کو ساتھ لے کر ایک منصوبہ بند اور مرحلہ وار جدوجہد کا آغاز کیا۔

کوئی کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ آپ نے جو پہلا کام کیا وہ سماجی ایکتا کا قیام تھا سماجی انصاف کی طرف قدم اٹھانے سے پہلے آپ نے سماجی ایکتا قائم کی، الگ الگ اکائیاں ایک دوسرے سے دور رہ کر سماجی انصاف

قائم نہیں کرسکتیں پھر آگے چل کر یہ بھی کرنا پڑتا ہے کہ سماجی انصاف کے راستے میں جو بظاہر چالاک قسم کے لوگ اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں ان سے مقابلہ بھی کرنا پڑتا ہے اور بہت سمجھداری اور عقلمندی کے ساتھ ان کی چالوں کا جواب چالوں سے دینا پڑتا ہے یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ یہ جو اس وقت کی سیاست ہے یہ چالوں سے چلتی ہے ۔حال ہی میں شائع ہونے والے الفرقان کے خاص نمبر میں آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ اس کے سرورق پر شطرنج کی بساط دکھائی گئی ہے یہ خالی فنکاری نہیں ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ چالوں کا جواب چالوں سے دیا جاتا ہے لیکن آج کا مسلمان شطرنج کا جواب کشتی سے دینا چاہتا ہے۔

کاش کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے یہ بھی سیکھتے کہ آپ نے اپنی مخلصانہ جدوجہد کے راستے میں کیسی کیسی تدبیروں سے کام لیا ہے؟ غزوہ خندق کے موقع پر جب کہ امن وانصاف کے دشمن متحدہ محاذ بنا کر حملہ آور ہوئے تھے آپ نے اس محاذ کو کمزور کرنے کے لئے صرف طاقت کا نہیں، عقل، حکمتِ عملی، اور حسن تدبیر کا کس قدر کامیاب استعمال کیا؟ تھوڑی سی تفصیل بھی سن لیجئے:

آپ اکیلے بیٹھے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آپ اپنے اللہ سے لو لگائے ہوئے ہوں اور کہہ رہے ہوں کہ اللہ آپ دشمن کو کمزور کرنے کے لئے کوئی اور بھی راستہ کھول دیجئے اتنے میں ایک شخص آیا آ کر سلام کیا اور کہا کہ محمد میں آپ کا ہو چکا ہوں مگر میری قوم ابھی یہ بات نہیں جانتی اس پر آپ نے فرمایا کہ **انت الرجل** تم ہی تو ہو ایسا لگ رہا تھا کہ آپ اپنی پوری روحانی توجہ کے ساتھ اللہ سے کوئی ایسا بندہ مانگ رہے تھے جو اس موقع پر دشمن کی طاقت کو کمزور کرنے کا کام کر سکے۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ فلاں فلاں جو قومیں اکٹھا ہو گئی ہیں تم ان میں انتشار پیدا کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا میں کر سکتا ہوں میرے دونوں سے بہت اچھے تعلقات ہیں آپ نے فرمایا جاؤ، وہ چند قدم آگے بڑھے اور واپس آئے اور کہا حضور ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس کام کو کرنے کے لئے مجھے جھوٹ بھی بولنا پڑ سکتا ہے تو آپ نے فرمایا **الحرب خدعه**'' (جنگ میں دھوکا دینا جائز ہے ) وہ صاحب مطمئن ہو گئے کہ بس فتویٰ مل گیا مختصر یہ کہ وہ گئے اور انہوں نے ان سے کچھ کہا اور ان سے کچھ، اس طرح سے دونوں کے درمیان جو اتحاد تھا وہ کمزور پڑ گیا، یہ صرف اس لئے سنا رہا ہوں کہ اپنے عظیم رہبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانئے ''**ادخلوا فی السلم کافة**'' جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو ہر پہلو سے پہچانیں گے تب آپ کو قرآن کو سنت کی روشنی میں ان حالات میں کام کرنے کی شاندار رہنمائیاں ملیں گی کسی قسم کی آپ کو کوئی پریشانی کبھی نہیں ہوگی۔

حضرات ضرورت ہے کہ ہم اپنے ملک میں انصاف کے قیام کی جدوجہد، اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے والی رہنمائی کی روشنی میں کریں، ہمارے ملک کی آبادی کی اکثریت، مختلف سماجی اکائیوں اور قبیلوں پر مشتمل ہے۔ ابھی آپ نے ملک کے ایک اہم لیڈر کی تقریر میں دلائل کے ساتھ یہ بات سنی کہ اس ملک کے شیڈول کاسٹ، شیڈول ٹرائب اور بیک ورڈ کلاس کے لوگ ہندو نہیں ہیں —— ان کو چالاک برہمنوں نے ہندو بنا رکھا ہے، یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ ہم مسلمان اس ملک کے اصلی تانے بانے سے واقف نہیں ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ہم اس ناواقفیت سے نکلیں۔ اور ملک کے تمام مظلوم طبقات جن کی اکثریت ہے ان کے درمیان ایک محتاط اور منصوبہ بند اشتراکِ عمل ہو۔

امید ہے کہ آنے والے دنوں میں ملک میں ایک ایسی جدوجہد آگے بڑھے اور آپ کا یہ اجلاس اس جدوجہد کے سلسلے میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆


## الفرقان کے سالانہ خریدار متوجہ ہوں

ہم آپ سے ایک بار پھر یہی گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اپنا خریداری نمبر یاد رکھیں یا اُسی کسی جگہ لکھ کر محفوظ کرلیں کہ جب ضرورت پڑے تو آپ اُس کا استعمال کرسکیں۔ نیز بہت اہتمام سے یہ گذارش بھی کی جاتی رہی ہے کہ اپنی مدت خریداری ضرور یاد رکھیں، ذہن سے نکل جائے تو ہمارے دفتر سے (خریداری نمبر کا حوالہ دیکر) دوبارہ دریافت کرلیں۔ خریداری کی مدت ختم ہونے سے ایک ماہ قبل ہی آپ اپنا زرتعاون (Subscription fees) روانہ فرمادیا کریں، اِس سلسلے میں ہمارے بہت سے احباب بہت لاپرواہی برتتے ہیں، جس کی وجہ سے بسا اوقات ادارہ کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ الفرقان ایک تحریک اور ایک جدوجہد کا نام ہے، ہم آپ سے اِس سلسلے میں بھرپور تعاون کی اپیل کرتے ہیں۔ اِسلئے آپ سے گذارش ہے کہ اپنا زرتعاون وقت سے روانہ کرنے کے ساتھ ساتھ مزید حضرات کو بھی اِس سے جوڑنے کی فکر فرمائیں۔ حلال کاروبار کے اشتہار کی فراہمی سے بھی ادارے کا تعاون کیا جاسکتا ہے۔

دفتر کے اوقات میں ہم سے رابطہ کریں: (صبح ۱۱ بجے سے شام ۵ بجکر ۳۰ منٹ۔ اتوار بند۔)

**Monthly Alfurqan:**

114/31,Nazeerabad,P.O Aminabad Park, Lucknow

Pin-226018, Tell:+91 522 4079758, E-mail: monthlyalfurqanlko@gmail.com

جناب نظیف الرحمٰن سنبھلی

# مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب بیان

اردو ادب کو اتنا محدود کر دیا گیا ہے کہ اس میں شعروشاعری، ناول افسانے اور کچھ ایسی ہی اصناف جگہ پا سکی ہیں۔ حالانکہ ادب تاریخی، دینی، مذہبی، معاشی اور اقتصادی سب ہی طرح کی نگارشات کو محیط ہے۔ مگر ہمارے اردو ادیبوں کا موضوع زیادہ تر شعروشاعری، ناول، افسانے یا بہت کیا تو تذکرے اور سوانح تک محدود رہتا ہے۔ حالانکہ یہ رویہ ترقی یافتہ زبانوں کے لئے مضر ہوتا ہے، اس لئے کہ اس رویہ سے زبان کا دائرہ تنگ ہو جاتا ہے۔ ہمارے سابق ادیب جو اردو زبان وادب کے ستون کہلاتے ہیں جیسے سرسید، حالی، شبلی، عبدالحق وغیرہ کا تو یہ رویہ نہ تھا۔ ان بزرگوں کا تحریری سرمایہ ہمارے ادب کا بہترین حصہ ہے۔ جس میں تنوع ہے۔ ان ہستیوں نے اردو زبان کی جو خدمت کی اور اسے جو اسلوب دیا، اسی سے ہماری زبان اس لائق ہوئی کہ اس میں سنجیدہ مضامین لکھے جاسکیں۔ ان ہی بزرگوں کی بدولت آج اردو ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں کھڑی نظر آتی ہے۔

آج ہم جدید دور میں سفر کر رہے ہیں، اس لئے ہمارے فکر ونظر میں وسعت ہونی چاہئے۔ ہمیں ادب کے دائرے کو وسیع تر کرنا چاہئے۔ ادب کو کچھ خاص موضوعات کے دائرے میں محدود کر کے نہ ہم زبان کے ساتھ انصاف کر سکتے ہیں اور نہ ادب ہی کی کوئی خدمت کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ شعروشاعری بھی ادب ہے اور ناول، افسانے وغیرہ بھی۔ اگر ہم ان ہی اصناف تک ادب کو محدود کرتے ہیں تو ان سے زبان وادب کا دائرہ تنگ ہو جائے گا۔ لہٰذا اس امر پر غور کیا جانا چاہئے کہ ایسی تحریریں جو شعروشاعری اور ناول، افسانے کے سوا ہیں مثلاً دینی ومذہبی ادبیات۔ یہ ادبیات زبان وبیان کے لحاظ سے کہاں تک ادبی معیار کے مطابق

ہیں، اس کے لئے پہلے ہمیں ادب کی تعریف کرنی ہوگی۔ آخر ادب کسے کہتے ہیں۔ ادب یہی تو ہے کہ کسی خیال کو ایسے سہل اور دل آویز اسلوب میں ادا کر دینا جس سے خیال پوری طرح واضح ہو جائے اور قاری مصنف کے مطلب اور مدعا کو آسانی سے سمجھ لے۔ جب ادب کی تعریف یہ ٹھہری تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی تحریر کے ادبی ہونے نہ ہونے کا معیار مصنف کے اسلوب یا طرز نگارش پر ہوتا ہے۔

جان۔ ٹی۔ پلیٹس کی اردو کلاسیکی ہندی اور انگریزی ڈکشنری کے مطابق اسلوب کے معنیٰ Way of Writing ہیں، لیکن انگریزی نثر نگار گبن اسلوب کو کردار یا شخصیت کا عکس کہتا ہے۔ اگر اس تعریف کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اسلوب محض لکھنے کا (Way of Writing) طریقہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اندر شخصیت کے ذاتی اوصاف بھی آجاتے ہیں۔ مثلاً شخصیت کے ذوق ورجحانات، اس کی پسند وقبول، اس کا جذبۂ جہد وعمل اور غیر معمولی کام کرنے کا جوش، جو فطرت کی طرف سے اس کے اندر ودیعت کیا ہوتا ہے، وغیرہ اوصاف بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ شخصیت سادگی پسند ہے یا شکوہ اور شکوک اس کے مزاج کا حصہ ہیں۔ یا اس کی طبیعت میں افسردگی، پژمردگی جیسی نفسیاتی کیفیات کے اجزا شامل ہیں یا غیر معمولی کام کرنے کا جوش اور جذبہ اس کی طبیعت میں فطرت نے ودیعت کیا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے مذہبی، اصلاحی، قومی، ملی، تعلیمی اور اجتماعی، غرض کہ ہر محاذ پر ملت کی فلاح وبہبود کے لئے کام کیا، ان کی تمام زندگی عمل سے عبارت تھی۔ جس کی چھاپ ان کی تقریر ہو یا تحریر ہر جگہ نمایاں ملے گی۔ ان کا ہر کام خلوص اور اخلاص پر مبنی ہوتا تھا۔ مجموعی طور پر ان کی شخصیت کو اگر قلمی آئینہ میں دیکھنا ہو تو مولانا ضیاء الدین اصلاحی مدیر "معارف" اعظم گڑھ کے ان الفاظ کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "مولانا ایک عالم ومصنف اور صاحب اسلوب وعرفاں بزرگ ہی نہ تھے بلکہ زمانے کے نبض شناس، وقت کے تقاضوں اور حالات سے باخبر اور عاقبت بیں بھی تھے۔۔۔ وہ مذہبی، اصلاحی، قومی، ملی، تعلیمی اور اجتماعی جدوجہد کے ہر محاذ پر سرگرم اور متحرک دکھائی دیتے تھے۔ انہیں مسلمانوں کی موجودہ پستی وزبوں حالی کا پوری طرح احساس تھا اور وہ اس کے ازالے کے لئے نہایت فکرمند بھی رہتے تھے۔ آزاد ہندوستان میں جن مسائل نے مسلمانوں کی زندگی تلخ اور مکدر کر رکھی تھی، ان پر شور وغوغا مچانے والے، لچھے دار باتیں اور دھواں دھار تقریریں کرنے اور پرجوش تحریریں لکھنے والے بہت سارے لوگ ہیں لیکن ان پر مولانا

کی طرح تڑپنے، بے چین ہوجانے، درد و کرب اور خلش و اضطراب میں مبتلا ہونے والے بہت کم لوگ ہیں۔ وہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے دعاو مناجات میں بھی مصروف رہتے تھے اور ملک کے گوشہ گوشہ کی خاک بھی چھانتے رہتے تھے۔۔۔۔۔۔‘‘(بحوالہ: ماہنامہ الفرقان، اشاعت خاص ۱۹۹۸ء)

تمہید ذرا طویل ہوگئی۔مگر مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور ان کے اسلوب کے بارے میں قارئین کو روشناس کرانے کے لئے یہ ضروری بھی تھی۔ مولانا محمد منظور نعمانی (1906-1997) مشہور مصنف تھے۔ قریب ۷۰ سال تک تصنیفی کام کرتے رہے۔اس طویل مدت میں انہوں نے ہزاروں صفحات ’’ماہنامہ الفرقان‘‘ میں لکھے، اس کے علاوہ متعدد کتابیں لکھیں، جن کی فہرست مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی کتاب ’’حیات نعمانی‘‘ میں دی ہوئی ہے، مولانا نعمانیؒ کے تصنیفی کام کے دو دور ہیں۔ پہلے دور میں انہوں نے سیف یمانی‘‘ اور ’’بوارق الغیب‘‘ جیسی علمی اور تحقیقی کتابیں لکھیں۔ باقی کتابیں دوسرے دور میں تصنیف ہوئیں۔ ان کی جن کتابوں کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، وہ ہیں ’’اسلام کیا ہے؟‘‘، ’’دین و شریعت‘‘، ’’قرآن آپ سے کیا کہتا ہے‘‘، اور ’’معارف الحدیث‘‘ (آٹھ جلدوں میں)۔ یہ چاروں کتابیں عوام و خواص دونوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ان کتابوں میں عام فہم زبان استعمال کی گئی ہے۔اسلوب بیان ایسا ہے کہ پڑھنے والے مصنف کی مدعا کو آسانی سے سمجھ سکیں۔

مولانا نعمانیؒ نے ان کتابوں کی تصنیف میں جو آسان اسلوب اپنایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا پیغام ہر جگہ اور ہر گھر تک پہونچ جائے۔ حالانکہ مذکورہ بالا چاروں کتابوں کی تصنیف سے پہلے وہ مولانا ابوالکلام کے انداز میں لکھتے رہتے تھے۔ جیسا کہ مولانا کے مضمون ’’ربیع الاول اور مسلمانوں کا طرز عمل‘‘ کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے:

’’میں تم سے کہتا ہوں اور اللہ کی قسم محض تمہاری خیر خواہی کے لئے کہتا ہوں کہ تم اپنی ان رسمی مجلسوں کی آرائش سے پہلے اپنے اجڑے ہوئے دل کی خبر لو اور قندیلوں کے روشن کرنے کے بجائے اپنے قلوب کو نور ایمان سے منور کرنے کی فکر کرو۔۔۔۔۔ تم اغیار کی تقلید میں نقلی پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو مگر تمہاری حسنات کا جو گلشن اجڑ رہا ہے اس کی حفاظت اور شادابی کا کوئی انتظام نہیں کرتے، تم ربیع الاول کی برکتوں اور رحمتوں کا تصور کر کے مسرتوں کے ترانے گاتے ہو لیکن اپنی اس بربادی پر ماتم نہیں کرتے کہ تمہارا خدا تم سے روٹھا ہوا ہے، اس نے تمہاری بد

اعمالیوں سے ناراض ہوکر اپنی دی ہوئی نعمتیں تم سے چھین لی ہیں، تم آقا سے غلام، حاکم سے محکوم، غنی سے مفلس، زردار سے بے زر بلکہ بے گھر ہو چکے ہو۔ تمہارے ایمان کا چراغ ٹمٹما رہا ہے اور تمہارے اعمال صالح کا پھول مرجھا رہا ہے اور غضب بالائے غضب یہ ہے کہ تم غافل ہو''۔ (بحوالہ: ماہنامہ الفرقان، ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)

مگر ے۱۹۴ء میں ملک کی تقسیم کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ ہندوستان میں اب مسلمانوں کا جو طبقہ رہ گیا ہے وہ زیادہ تر بے پڑھا لکھا یا کم تعلیم یافتہ ہے۔ اس طرح انہوں نے مولانا آزاد کے طرز نگارش کو ترک کر دیا اور پھر ایسا انوکھا اسلوب اپنایا جس کے وہ خود موجد اور خاتم کہے جا سکتے ہیں۔

چونکہ مولانا نعمانیؒ کی طبیعت سادگی پسند واقع ہوئی تھی۔ تکلف اور تصنع ان کے یہاں نام کو نہ تھا، اس لئے سادہ اور عام فہم زبان لکھنے میں انہیں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ ویسے بھی وہ کہتے تھے کہ میں جو بولتا ہوں وہی لکھتا بھی ہوں۔ کسی بھی مصنف کے اندر اس صفت کا ہونا ایک غیر معمولی بات ہوتی ہے۔ اس کی گواہ ان کی تحریریں اور تقریریں بھی ہیں جو الفرقان کے مختلف شماروں میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی تصانیف ان کی سادہ نگاری کی غماز ہیں۔

اوپر ''اسلام کیا ہے؟''، ''دین وشریعت''، ''قرآن آپ سے کیا کہتا ہے'' اور ''معارف الحدیث'' کتابوں کے نام آچکے ہیں، یہ کتابیں لکھنے سے مولانا نعمانی کی غرض وغایت یہ تھی کہ خدا کے بندوں تک اسلام اور پیغمبر اسلام کا پیغام اس انداز میں پہونچایا جائے کہ اسے کم تعلیم یافتہ اور ناتعلیم یافتہ بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ نیز انہیں مسلمان ہونے کے تقاضوں کا علم بھی بے کم وکاست ہو جائے۔ ظاہر ہے اس مقصد کے لئے تکلف اور تصنع سے پاک اسلوب بیان ضروری تھا۔ اس لئے انہوں نے بہت صاف ستھرے اور دل نشیں انداز میں اسلام کی دعوت، اپنی تصانیف کے ذریعہ عوام وخواص تک پہونچائی۔ اپنے مقصد میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے، یہ ان کی کتابوں کی مقبولیت سے عیاں ہے۔ آج ان کی کتابیں ہند و بیرون ہند تک پھیلی ہوئی ہیں اور ان سے عوام وخواص فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی۔ ہم ذکر کر رہے تھے مولانا نعمانیؒ کے اسلوب بیان کا۔ ان کا اسلوب ان کی شخصیت کا آئینہ دار ہے، جس کے دریچہ سے ان کا تقویٰ اور اشاعت دین کے لئے ان کا خلوص اور للہیت جیسے ذاتی اوصاف صاف نظر آتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان ہی اوصاف کی بنا پر ان کی کتابوں کو مقبولیت ملی۔ دراصل اپنے سادہ اور دل نشیں اسلوب کے ذریعہ وہ قاری کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ جب قاری ان کی تصنیف

پڑھتا ہے تو ان کا اسلوب اسے اپنی گرفت میں رکھتا ہے اور قاری کتاب تمام کر کے ہی دم لیتا ہے۔

مولانا نعمانیؒ کے اسلوب بیان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عمیق سے عمیق بحث میں بھی نہایت سلیس زبان استعمال کرتے ہیں۔ ان کے جملے نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹے ہوتے ہیں۔ موضوع کیسا ہی کیوں نہ ہو، علمی ہو، تاریخی ہو، تحقیقی ہو، تنقیدی ہو یا قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح سے متعلق ہو ان کے عام اسلوب میں فرق نہیں آتا۔ وہ اپنے مافی الضمیر کو اس طرح حیطۂ تحریر میں لاتے ہیں کہ اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا۔ اگر کسی بحث میں مثال پیش کرتے ہیں تو اسے بھی اس طرح فٹ کر دیتے ہیں کہ وہ اصل متن اور موضوع سے بے تعلق نہیں معلوم ہوتی۔ ان کے اسلوب میں ناہمواری نہیں ہوتی، گرامر کے اعتبار سے ان کے جملے اور ترکیبیں چست ہوتی ہیں۔ اور روزمرہ تو ان کی تحریر کی خصوصیت ہے ہی۔

ان کے پہلے دور کی تصانیف ہمیں دستیاب نہیں ہیں۔ لہٰذا دوسرے دور کی تصانیف جو مندرجہ ذیل ہیں کے تناظر میں ہم جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ ان تصانیف میں مولانا نے جو طرز نگارش اپنایا ہے وہ کہاں تک ان کی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔

## دوسرے دور کی تصانیف

۱۔ اسلام کیا ہے؟ ۲۔ دین وشریعت ۳۔ قرآن آپ سے کیا کہتا ہے ۴۔ معارف الحدیث

''اسلام کیا ہے؟'' کم تعلیم یافتہ اور ناتعلیم یافتہ لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کی زبان سادہ اور سلیس ہے۔ مولانا نعمانی نے اس کتاب کو سادہ اور عام فہم بنانے کے لئے خاص طور پر اہتمام کیا۔ اس اہتمام کے بارے میں مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب لکھتے ہیں:

> ''اس درجہ کی عام فہمی کا اطمینان کرنے کے لئے آپ نے یہاں تک کیا کہ جو لکھتے وہ اہلیہ کو سناتے، جو معمولی تعلیم یافتہ تھیں، جو لفظ ان کے فہم سے بالاتر پاتے اسے کسی آسان تر لفظ سے بدل دیتے۔'' (بحوالہ: حیات نعمانی)

پوری کتاب اس عمل سے گذری اور جب اس کے آسان ترین ہونے کا اطمینان کرلیا تب کہیں جا کر شائع ہوسکی۔ اسلام کیا ہے'' کے آسان اور سلیس ہونے کا اندازہ کتاب کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے:

> ا۔ ''بھائیو! اتنی بات تو آپ سب جانتے ہوں گے کہ اسلام کسی قوم اور ذات برادری کا نام نہیں

ہے کہ اس میں پیدا ہونے والا ہر آدمی آپ سے آپ مسلمان ہو اور مسلمان بننے کے لئے اس کو کچھ نہ کرنا پڑے جس طرح شیخ یا سید خاندان میں پیدا ہونے والا ہر بچہ خود شیخ یا سید ہو جاتا ہے، اور اس کو شیخ یا سید کے لئے کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقہ پر زندگی گذارنے کا جو اللہ کے سچے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اور جو قرآن شریف اور رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں بتلایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اس طریقے پر چلے وہی اصلی مسلمان ہے، اور جو لوگ نہ اس دین کو جانتے ہیں اور نہ اس پر چلتے ہیں وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں۔۔۔ پس معلوم ہوا کہ اصلی مسلمان بننے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔'' (بحوالہ: ''اسلام کیا ہے'' صفحہ ۱۳)

۲۔ ''یہاں تک جن طبقوں کے حقوق کا بیان کیا گیا، یہ سب وہ تھے جن سے آدمی کا کوئی خاص تعلق اور واسطہ ہوتا ہے، خواہ قرابت ہو یا پڑوس یا سنگ ساتھ، لیکن اسلام نے ان کے علاوہ تمام کمزور طبقوں اور ہر طرح کے حاجت مندوں کا بھی حق مقرر کیا ہے اور جو لوگ کچھ قدرت اور حیثیت رکھتے ہیں ان پر لازم کیا ہے کہ وہ ان کی خبر گیری اور خدمت کیا کریں اور اپنی دولت اور اپنی صلاحیتوں میں ان کا بھی حق اور حصہ سمجھیں۔ قرآن شریف میں بیسوں جگہ اس کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے کہ یتیموں، مسکینوں، مفلسوں، مسافروں اور دوسرے حاجتمندوں کی خدمت اور مدد کی جائے، بھوکوں کے کھانے اور ننگوں کے کپڑوں کا انتظام کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔'' (بحوالہ: ''اسلام کیا ہے؟'' صفحہ ۸۹-۹۰)

دیکھا آپ نے کتنی عام فہم اور سہل ہے مولانا نعمانی کی نثر۔ اگر کسی بے پڑھے لکھے آدمی کو بھی کتاب پڑھ کر سنائی جائے تو وہ مصنف کے مطلب اور مدعا کو آسانی سے سمجھ سکے گا۔

''اسلام کیا ہے'' عوام الناس کے لئے ایک اسلامی نصاب جیسی سہل کتاب ہے، جس کی مقبولیت بھی خوب ہوئی اور عام لوگوں کو اس کتاب سے فائدہ بھی بہت پہونچا۔ بات چونکہ دل سے نکلی تھی اس لئے دلوں کو مسخر بھی خوب کیا۔ کتاب کے ذریعہ نہ جانے کتنوں ہی کی زندگیاں بدل گئیں، لوگ دین اور دینی امور سے نہ صرف واقف ہوئے بلکہ ان پر عامل بھی ہو گئے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی ''اسلام کیا ہے؟'' پر اپنے تأثر کا اظہار کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

''مجھے اس حقیقت کے اعلان میں مسرت اور کسی قدر فخر محسوس ہوتا ہے کہ رفیق محترم مولانا محمد منظور نعمانی مدیر ''ماہنامہ الفرقان'' نے اس اہم اور نازک کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اور پہلے کم

تعلیم یافتہ اور سادہ ذہن رکھنے والوں کے لئے ''اسلام کیا ہے؟'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی، جس کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کے اتنے ایڈیشن اردو میں اور ترجمے انگریزی، فرانسیسی، برمی، ہندی، گجراتی، کنڑ اور ہندوستان کی دیگر زبانوں میں نکلے جو اردو کی کم دینی دعوتی کتابوں کے ہوئے ہوں گے۔ اس کی افادیت کا مجھے ذاتی طور پر تجربہ اور علم ہے اور کم خواندہ لوگوں کے لئے اسلام کو سمجھنے نیز اس پر عمل کرنے کے لئے ہمارے پاس اس وقت بھی کم کتابیں ہی جو اس طرح مفید اور مؤثر ہوں۔۔۔۔۔۔۔'' (بحوالہ: ''دین و شریعت'' مقدمہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، صفحہ ۱۶)

اسی دوسرے دور میں مولانا نعمانیؒ نے ایک اور کتاب تصنیف کی جو ''دین وشریعت'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کتاب ان کی سابقہ تصنیف ''اسلام کیا ہے؟'' سے اگلے درجے کی تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے اسلامی عقائد و مسلمات سے بحث کی ہے اور اسلام جن اعمال کو ضروری قرار دیتا ہے، ان پر وضاحت سے روشنی اس طرح ڈالی ہے کہ مخاطب عقل اور منطق کے راستے سے اسلامی عقیدے اور اعمال کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اگر چہ اس کتاب کا اسلوب منطقی ہے مگر زبان سادہ اور دل نشیں ہے۔ ''دین و شریعت'' کے اعتقادی اور عملی حصوں کی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دین اسلام اور اسلامی شریعت کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و ہدایت پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علوم اور احکام آپ لائے، جو قرآن مجید اور حدیثوں میں محفوظ ہیں۔۔۔ وہی دین اسلام کی بنیاد اور اساس ہیں۔ پھر ان میں کچھ کا تعلق اعتقاد سے ہے اور کچھ کا اعمال سے یعنی آپ کی لائی ہوئی ہدایت کا ایک حصہ تو وہ ہے جس میں کچھ ایسی حقیقتوں کی اطلاع دی گئی ہے جن کو ہم از خود نہیں جان سکتے اور ہم کو حکم ہے کہ ان حقیقتوں کو مانیں اور ان پر ایمان لائیں۔ یہ اسلام کا ایمانی اور اعتقادی حصہ ہے اور یہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں عملی زندگی کے متعلق احکام ہیں کہ یہ کام کرو اور یہ نہ کرو۔ یہ اسلام کا عملی حصہ ہے۔'' (بحوالہ: ''دین وشریعت'' صفحہ ۲۷)

۲۔ ''قرآن مجید میں اکثر مقامات پر زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں زکوٰۃ کی اہمیت نماز ہی کے قریب قریب ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ کا جو مقام ہے اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے جن قبائل نے زکوٰۃ کے ادا کرنے سے انکار کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان

کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ فرمایا، اور پھر تمام صحابہ کرام نے ان کے اس فیصلہ سے اتفاق کیا۔" (بحوالہ: "دین وشریعت" صفحہ ۱۵۵)

جناب قطب الدین ملا صاحبؒ اپنے مضمون مشمولہ "ماہنامہ الفرقان ۱۹۹۸ء" میں اس کتاب پر اپنے تأثر کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس کتاب نے مجھے متأثر ہی نہیں بلکہ مسخر کیا وہ آپ کی ایک بہت ہی وقیق کتاب "دین و شریعت" ہے۔ پڑھتا چلا گیا، جوں جوں آگے بڑھتا رہا، دماغ کی گرہیں کھلنی شروع ہوگئیں۔ اس کتاب کا انداز تحریر نرالا تھا، سادگی کے باوجود زبان وادب کی چاشنی تھی۔ ایک ایسی چاشنی کہ کسی ادبی ذوق رکھنے والے کو متأثر کرنے کی پوری قوت اپنے اندر رکھتی تھی۔ پھر موضوعات مختلفہ ضروریہ پر جس روانی، برجستگی اور تسلسل کے ساتھ بحث کی گئی ہے، وہ بے مثال تھی اور موضوع بحث ایسے نفسیاتی پہلوؤں کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ جدت پسند ذہن اس کو فوراً قبول کرلے۔ ان ساری باتوں نے از حد متأثر کیا اور کتاب اور صاحب کتاب کی عظمت کا معترف ہونا پڑا۔"

ان دونوں کتابوں کے علاوہ مولانا نعمانی نے "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" کے نام سے ایک اور کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں قرآن پاک کی عمومی دعوت کا خلاصہ مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ زبان بھی موضوع کے مطابق عام اور دعوتی۔ اس کتاب کے مخاطب بھی "اسلام کیا ہے؟" ہی کی طرح عوام و خواص ہیں۔ زبان اور طرز نگارش سابقہ دونوں کتابوں کی طرح آسان اور دل نشیں ہے۔ طرز ایسا دل نشیں کہ پڑھنے والے پر مطلب اور مدعا پوری طرح واضح ہوجاتا ہے۔ درج ذیل اقتباسات سے قارئین مولانا کے زبان و بیان اور نثر کی دوسری خوبیوں کو بآسانی سمجھ سکیں گے۔ لکھتے ہیں:

۱۔ دین و مذہب کے سلسلہ کی بنیاد اس حقیقت کے ماننے پر قائم ہوتی ہے کہ ہمارا اور ساری کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی قدرت اور حکم سے اس سارے جہان کو چلا رہا ہے۔ اگر کوئی شخص اس بنیاد ہی کو نہ مانے تو اس کے نزدیک دین اور دھرم کے سلسلہ کی تمام باتیں بے وقوف انسانوں کے توہمات ہیں" (بحوالہ: "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" صفحہ ۱۷)

۲۔ "قرآن مجید نے انسانی زندگی کے تزکیہ اور اس کی سیرت کی تعمیر کے سلسلہ میں جو ہدایات اپنے ماننے والوں کو دی ہیں، ان میں سے ایک اہم ہدایت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لین دین کے معاملات میں پورے پاکباز ہوں اور اپنی روزی صرف جائز اور پاک ذریعوں سے حاصل کریں، کسی ناجائز

طریقہ سے ایک پیسہ بھی نہ کمائیں۔" (بحوالہ: "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" صفحہ ۲۲۱)

یہ ہے مولانا کا اسلوب۔ کہیں ژولیدگی اور پیچیدگی نہیں۔ بہت سیدھے سادے انداز اور نہایت آسان زبان میں مگر جامعیت کے ساتھ خدا کی ہستی کے بارے میں بنیادی اور اصولی بات بتائی گئی۔ پوری کتاب پڑھ جایئے۔ زبان ہر جگہ ہموار، سادہ اور سلیس مگر ادبیت ہر جگہ نمایاں ملے گی۔

ان کتابوں کے علاوہ مولانا نے ایک اور کتاب "معارف الحدیث" بھی تصنیف کی ہے جو آٹھ جلدوں میں ہے، اس کی زبان بھی نہایت سہل اور آسان ہے۔ کم پڑھا لکھا آدمی بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس میں حدیثوں کے عربی متن کے ساتھ ترجمہ دیا گیا ہے۔ جو بالکل آزاد ترجمہ ہے اور بہت آسان زبان میں ہے۔ اس کتاب کا طرز نگارش بھی دل نشیں ہے اور بہت ادبیت لئے ہوئے ہے۔ حدیثوں کی تشریح اس طرح کی گئی ہے جس سے حدیث کا مغز و مدعا قاری کے ذہن نشیں ہوجائے۔ مولانا نے اس کتاب میں جو زبان اور اسلوب اختیار کیا ہے اس کی خوبی کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے۔ جلد اول میں، "ملائکہ کے متعلق ایک شبہ اور اس کا ازالہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ملائکہ کے وجود پر یہ شبہ کہ اگر وہ موجود ہوتے تو نظر آتے سخت جاہلانہ شبہ ہے۔ دنیا میں کتنی ہی چیزیں ہیں جو باوجود موجود ہونے کے ہم کو نظر نہیں آتیں۔ کیا زمانۂ حال کی خوردبینوں کی ایجاد سے پہلے کسی نے پانی میں، ہوا میں اور خون کے قطرے قطرے میں وہ جراثیم دیکھے تھے جس کو خوردبین سے آج ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے اور کیا کسی آلہ سے ہم اپنی روح کو دیکھ پاتے ہیں؟ تو جس طرح ہماری آنکھیں خود اپنی روح کو دیکھنے سے اور بغیر خوردبین کے پانی وغیرہ کے جراثیم کو دیکھنے سے عاجز ہیں، اسی طرح فرشتوں کو دیکھنے سے بھی وہ قاصر ہیں۔"

اس کے علاوہ "معارف الحدیث" جلد پنجم کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

"اللہ کے کسی رسول پر ایمان لانے اور ان کے نبی اور رسول مان لینے کے بعد سب سے پہلا فرض آدمی پر یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ یہ معلوم کرے اور جاننے کی کوشش کرے کہ میرے لئے یہ پیغمبر کیا تعلیم و ہدایت لیکر آئے، مجھے کیا کرنا اور کیا چھوڑنا ہے۔ سارے دین کی بنیاد اسی علم پر ہے۔ اس لئے اس کا سیکھنا اور سکھانا ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ہے۔"

مولانا یٰسین مظہر صدیقی (علیگڑھ مسلم یونیورسٹی) چیرمین ادارۂ علوم اسلامیہ "معارف الحدیث" کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تالیفاتِ نعمانی میں ایک عظیم شاہکار کا درجہ ''معارف الحدیث'' کو حاصل ہے۔ حدیث نبوی پر اردو زبان و ادب میں بلاشبہ صدہا کتابیں لکھی گئیں اور ان میں سے بہت سی مؤقر، کارگر، کارساز، آدم گر، تربیت کنندہ اور عظمت و دلالت کی حامل ہیں۔ مولانا مرحوم کی ''معارف الحدیث'' سچ مچ حدیث شریف کے زر و جوہر اور یاقوت و مرجان پیش کرتی ہے اور اپنی زبان و بیان، طرز ادا اور سلاست و بلاغت، اسلوب و پیش کش کے علاوہ موضوعاتی تنوع رکھتی ہے۔ وہ ہماری زبان میں ایک جامع ومختصر دائرہ معارف (Encycopedia) ہے''

واقعہ یہ ہے کہ حدیث جیسے موضوع پر سادہ آسان زبان میں اور دل موہ لینے والے طرز میں کتاب لکھنا اپنے آپ میں ایک ہنر ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ کوئی بھی مصنف ایسی کتاب تب ہی پیش کر سکتا ہے جب کہ اس میں اس کا خلوص اور خون جگر شامل ہو اقبال نے صحیح کہا ہے ؎

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

ہم نے مولانا نعمانی کے اسلوب بیان کو پرکھنے اور اس پر روشنی ڈالنے کے لئے ان چار مشہور کتابوں: اسلام کیا ہے؟، دین و شریعت، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے اور معارف الحدیث کا انتخاب کیا تھا۔ لکھا جا چکا چاروں ہی کتابوں کی زبان اتنی آسان ہے کہ اگر نثر پر سہل ممتنع کا اطلاق ہو سکے تو اسے سہل ممتنع کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے۔ مولانا کے اس منفرد اسلوب کے باعث ہی یہ کتابیں عوام وخواص دونوں میں مقبول ہیں۔

مولانا نعمانی نے کسی خاص اسلوب کی تقلید نہیں کی۔ شروع میں انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے انداز میں لکھنا شروع کیا مگر یہ محسوس کر کے کہ یہ انداز و اسلوب عوام الناس میں اپیل نہیں کرے گا اور جو پیغام وہ عوام وخواص کو پہونچانا چاہتے ہیں اس کے لئے یہ اسلوب موزوں نہیں ہوگا۔ اسی لئے انہوں نے اسلام کیا ہے لکھ کر ایک تجربہ کیا اور یہ تجربہ کامیاب ہوا۔ اس انداز سے لکھنے میں ان کا پیغام عوام وخواص سب تک پہونچا۔ اور وہ آخر تک اسی طرز و اسلوب میں لکھتے رہے۔ ان کی ساری تصانیف میں یہی انداز و اسلوب ملے گا۔

قارئین کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ مولانا نعمانی کے اسلوب کو اردو کے کون سے اسالیب بیان میں رکھا جائے۔ یہ تو معلوم ہے کہ جب مولانا نے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا تو اس وقت ایک اسلوب سرسید، حالی اور عبدالحق کا اسلوب تھا۔ دوسرا اسلوب شبلی، خواجہ نظامی اور مولانا ابوالکلام آزاد کا تھا۔ آخر الذکر میں چونکہ انشاء کا زور تھا اور وہ عوامی نہیں تھا، اس لئے اسے مولانا نے جلد ہی ترک کر دیا۔ دوسرا اسلوب سہل

اور آسان زبان پر مشتمل تھا اور تبلیغ و ترسیل کے لئے زیادہ موزوں تھا؛ اس لئے انہوں نے اسی اسلوب کو اختیار کیا۔ مگر ہوا یہ غیر شعوری طور پر ہی۔ اگر ہم مولانا کے اسلوب کا ان بزرگوں کے اسلوب سے موازنہ کریں تو پائیں گے کہ مولانا کا اسلوب سر سید اور حالی کے انداز کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اور مولوی عبد الحق کے اسلوب سے قریب تر لگتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مولوی عبد الحق کی طرز تحریر کا نمونہ:

> ''محسن الملک کے خطوں میں جوانی کی بے چینی اور تلون ہے اور وقار الملک کے خطوں میں بڑھاپے کی دانائی ور دور اندیشی ہے معلوم ہوتا ہے کہ محسن الملک ہمیشہ جوان رہے اور وقار الملک صدا کے بوڑھے تھے۔ محسن الملک جذبات سے مغلوب ہو جاتے تھے اور وقار الملک جذبات پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے۔ محسن الملک معاملہ کا رنگ بدلتا دیکھ کر مضطرب ہو جاتے تھے اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیتے تھے اور وقار الملک معاملہ کو معاملہ سمجھ کر سکون کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے تھے'' (اردو کے اسالیب بیان۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ)

ڈاکٹر سید عبد اللہ، مولوی عبد الحق کی نثر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حقیقت یہ کہ عبد الحق نے نثر کو نثر رکھا اور دوسرے نثر نگاروں کی طرح شاعرانہ وسائل سے بہت کم کام لیا۔ ہمارے بہت سے انشاء پرداز ایسے ہیں جو نثر میں شاعری کرنے لگے ہیں۔ مگر عبد الحق کی نثر مکمل طور پر نثر ہے۔ شبلی کی طرح انہوں نے استعارات کا سہارا نہیں ڈھونڈا ہے۔ نہ آزاد کی طرح رنگین تلازمات سے مدد لی ہے نہ تشبیہوں کے زور سے عبارت کو سجایا ہے۔ فرضی تخیل کے شاعرانہ اسلوب عمل سے عموماً اجتناب کیا ہے اور وہ تو محض روز مرہ کے زور سے اپنی نثر میں قوت پیدا کرتے ہیں۔'' (بحوالہ: میر امن سے عبد الحق تک، از: ڈاکٹر سید عبد اللہ)

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے مولوی عبد الحق کی نثر کی جو خوبی بیان کی، اگر اس تناظر میں مولانا نعمانی کی مذکورہ چاروں کتابوں کا مطالعہ کریں تو ہم محسوس کریں گے کہ انہوں نے بھی نثر کو نثر ہی رکھا ہے، انشاء پردازی سے ہر جگہ گریز کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ غیر شعوری طور پر ان کی کسی تحریر میں انشاء نمایاں ہو گیا ہو۔ غرض مولانا محمد منظور نعمانی ایک کامیاب نثر نگار اور منفرد اسلوب کے مالک تھے۔ ان کی ان کتابوں میں ادبیت کی چاشنی ہے اور ''اسلام کیا ہے'' تو سہل ممتنع کا شاہکار ہے، جسے اردو کے نثری ادب کی بہترین کتابوں میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

مولانا ابوبکر پورنوی قاسمی

# معہد الامام ولی اللہ الدہلوی -- ایک مختصر تعارف

"ان العلماء ورثة الانبیاء" کے تحت تا قیامت علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ پوری انسانی برادری کی رہنمائی فرمائیں، ان کا نفع ونقصان ان کو سمجھائیں اور ہمت وحکمت کے ساتھ ان کے سامنے یہ بات پیش کریں کہ دینِ اسلام چند رسومات یا قوانین کا مجموعہ نہیں، بلکہ بنی نوعِ انسان کے لیے اس کے شفیق پروردگار کی طرف سے عطا کردہ ایک انتہائی فطری، متوازن اور مکمل نظام حیات کا نام ہے، جس پر چل کر ہی انسان اس دنیا میں اور اس کے بعد آنے والی لامتناہی زندگی میں حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔

پوری تاریخِ اسلامی اس پر شاہدِ عدل ہے کہ ہر دور کے علماء (علماء ربانیین) یہ عظیم ذمہ داری نبھاتے رہے اور اپنے اپنے زمانے کے احوال وکوائف اور نفسیات کا پورا خیال کرتے ہوئے اسلام کی صحیح ترجمانی اور لوگوں کی مکمل رہبری کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کارِ نبوت کے لیے درکار استعداد وصلاحیت اور ظاہری وباطنی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی خاطر جو محنتیں اور مشقتیں ان کو اٹھانی پڑیں، انھوں نے خوشی خوشی ان کو قبول کیا، بھوکے پیاسے دور دراز کے اسفار کیے، سالہا سال گھر بار سے دور اساتذہ ومشائخ کے قدموں میں گذار دیے اور دین کی صحیح خدمت اور انسانیت کی ہمہ جہتی رہنمائی کے قابل بن کر ہی وہاں سے نکلے، بلکہ یہ تعبیر مناسب ہے کہ مردِ دانا وبینا کی طرف سے میدانِ عمل کا انتخاب کر کے ان کو بھیجا گیا۔

لیکن ہائے افسوس! بڑے دکھ کے ساتھ اس تلخ حقیقت کو بیان کرنا پڑ رہا ہے کہ مادی ترقی اور روحانی افلاس کے اس دور میں معتد بہ تعداد میں ایسے علماء تیار نہیں ہو پا رہے ہیں جو سسکتی ہوئی انسانیت کی رہبری کر سکیں اور منجدھار میں پھنسی ہوئی امت مسلمہ کی کشتی کو نکال سکیں۔

آج سے تقریباً ۶۵ سال پہلے بالغ نظر اور جلیل القدر عالمِ دین حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ''ماہنامہ الفرقان'' ہی کے صفحات پر اپنے وسیع مطالعے اور گہرے مشاہدے کی روشنی میں ہماری حالتِ زار کو بیان کرتے ہوئے لکھا تھا:

''جس طرح مسلمانوں کے دوسرے طبقوں کی دینی صفات و کیفیات میں غیر معمولی انحطاط آیا اسی طرح (اگر چہ آگے لکھتے ہوئے دل دکھتا ہے اور ہاتھ رکتا ہے مگر ہے یہی واقعہ کہ اسی طرح )علماء کے اس طبقے کی علمی اور دینی کیفیات میں ضعف و زوال آیا اور (مستثنیات کو چھوڑ کر) نیتوں اور سیرتوں میں بھی فساد آیا۔۔۔ ہندوستان کے طول و عرض میں سیکڑوں مدرسے ہیں جن سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں طلبہ فارغ اور فاضل ہو کر نکلتے ہیں لیکن بس جاننے والے جانتے ہیں کہ ان میں کتنے وہ ہوتے ہیں جن کا علم اور جن کی سیرت کسی درجہ میں قابل اطمینان ہو۔۔۔اور علم میں رسوخ اور دین میں تفقہ اور سیرت میں پاکیزگی اور استقامت و عزیمت کی صفات تو بالکل عنقا ہوتی جارہی ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ سوشلزم اور کمیونزم جیسے باطل اور خالص مادہ پرستانہ نظریات جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تعلیم سے بنیادی طور پر متصادم ہیں جس طرح علم دین سے بے بہرہ عوام کے دوسرے طبقات میں نفوذ کررہے ہیں اسی طرح ہمارے زمانے کے بہت سے" عالم فاضل" بھی ان کا شکار ہو رہے ہیں۔ فیا حسرتا!

اگر گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل —— اس وقت بہت سے نو فارغوں کی روح دین سے ناآشنائی اور تفقہ فی الدین سے بے بہرگی کا یہ حال ہے معتزلہ اور خوارج اور کرامیہ اور نظامیہ وغیرہ زمانہ قدیم کے باطل فرقوں کے چند ان عقیدوں کو تو آج بھی وہ بددین سمجھتے ہیں جن کا ذکر انہوں نے علم عقائد کی بعض درسی کتابوں میں پڑھا ہے، لیکن آج کل کے وہ ملحدانہ نظریات جو سیاست اور قومیت و وطنیت کی راہ سے آرہے ہیں، چاہے وہ روح اسلام کے کتنے ہی خلاف اور اصولِ دین سے کتنے ہی متصادم ہوں ان کے ذہن بڑی آسانی سے ان کو ہضم کررہے ہیں۔ (الفرقان اشاعت خاص، ستمبر تا دسمبر ۲۰۱۴ء صفحہ ۱۵-۱۶)

اس اقتباس کا حاصل یہی ہے کہ اس دور کے فارغ ہونے طلبہ کے اندر (باستثناء چند) دین کا گہرا علم ہے نہ سیرت و کردار کی بلندی اور نہ ہی عصر حاضر سے آگاہی حالاں کہ اس دور میں سب سے زیادہ ضرورت ہے ایسے علماء کی جو مذکورہ بالا اوصاف کے حامل ہوں۔ یعنی ایک طرف ان کے اندر علم کی گہرائی، عمل کی پا

کیزگی، سیرت وکردار کی بلندی، خشیت الٰہی، ورع وتقوی، خلوص وللّٰہیت، ذوق عبادت اورانابت ورجوع الی اللہ جیسے اعلی اوصاف موجود ہوں اور وہ اکابر واسلاف علماء ربانیین کے ذوق ومزاج سے سرِ موانحراف کو گوارا نہ کرتے ہوں؛ کیوں کہ دین اسلام اور شریعتِ اسلامیہ کا صحیح فہم ایک مخصوص ذوق وفکر اور خاص مزاج ومنہاج کے بغیر ممکن نہیں، اس کی صحیح سمجھ اور گہری بصیرت صرف پروازِ عقل اور وسعتِ مطالعہ سے حاصل نہیں ہوسکتی؛ بلکہ اس کے لیے اس ذوق ومزاج اور قلبی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے جس کو قرآن نے ''ربانیت'' سے تعبیر کیا ہے وَلٰکِنۡ کُوۡنُوۡا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡکِتٰبَ وَبِمَا کُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ ﴿آل عمران﴾ یعنی تم چوں کہ اللہ کی کتاب پڑھاتے اور دین پڑھتے ہو اس لیے ربانی بن جاؤ۔

دوسری طرف وہ حالات حاضرہ سے گہری واقفیت رکھتے ہوں، مغرب کے فکری وتہذیبی غلبے کے زیر اثر پروان چڑھنے والی نئی ذہنیت کی الجھنوں اور نفسیات کو سمجھتے ہوں اور ان کے فکری مستوی کے مطابق انہی کی زبان میں اسلام کی بہتر ترجمانی کی اہلیت رکھتے ہوں اور مغربی نظامہائے فکر کے پیدا کردہ برے نتائج کا تجزیہ کرکے ان کی غلطیوں کو اجاگر کرنے اور تمام شعبہائے زندگی کے واسطے اسلام کے واحد راہِ عمل ہونے کی مثبت اور معروضی انداز میں وضاحت کرسکتے ہوں؛ تاکہ شعوری یا غیر شعوری طور پر مغربی طرزِ فکر اور ذوق ومزاج سے متاثر لوگوں کو بھی اسلام سب سے زیادہ مبنی برحق وعدل اور انسانی صلاح وفلاح کا حامل نظام ہونے کا یقین حاصل ہوجائے۔

اسی قسم کی جامعیت رکھنے والے افراد سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ملت کے اندر پیدا ہونے والے انحرافات اور فتنوں سے امت کی حفاظت اس انداز میں کرسکیں گے کہ خارجی حملوں اور خطروں سے غافل نہ ہوں اور نہ امت کی اجتماعیت کمزور پڑے اور بیرونی حملوں اور سازشوں کا مقابلہ اس طرح کر پائیں گے کہ امت میں اتحاد واتفاق کے نام پر فکر وعقیدے کی گمراہیاں نہ پھیلنے لگیں اور حق وباطل میں کوئی امتیاز ہی باقی نہ رہے، جو نزاع اور مداہنت فی الدین کی درمیانی راہ ہے۔ یعنی داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر پہرہ داری کریں اور بظاہر دونوں متضاد تقاضوں کی بیک وقت رعایت کرنے میں کامیابی حاصل کریں، جیسا کہ برصغیر ہند میں دین کے عظیم خدمت گزاروں نے یہ اہم اور نازک ذمہ داریاں ادا کیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے اپنی زندگیوں میں کامیاب اسوہ چھوڑ گئے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک اور ان سے لے کر اکابر علمائے دیوبند تک کی پوری تاریخ اس کی روشن مثال ہے کہ انھوں نے کس حکمت ودانائی اور ہمت وجرات کے ساتھ ان دونوں محاذوں پر کام کیا۔

ایسے مذکورہ بالا اوصاف کے حامل علماء تیار کرنے کے مقصد سے اس دور کے ماہر تعلیم وتربیت حضرت مدیر الفرقان نے اپنے شیخ ریحانۃ العصر محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کی ایماء پر اس راہ کی مشکلات اور نزاکتوں کا پورا پورا خیال کرتے ہوئے پہلے ۲۰۱۰ء میں ''معہد الامام ولی اللہ للدراسات الاسلامیہ'' نامی ایک ادارہ قائم فرمایا، جس میں دوسالہ کورس کے تحت مدارس کے نئے فارغ ہونے والے طلبہ کی ہمہ جہتی علمی، فکری اور روحانی تربیت کی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد ۲۰۱۲ء میں انہی کے ہاتھوں ''دارالعلوم امام ربانی'' کا قیام عمل میں آیا، جس کا ہدف نئی نسل کے بچوں کی شروع ہی سے ایسی جامع تعلیم وتربیت ہے کہ جس کے ذریعہ وہ مذکورہ بالا اوصاف کے حامل علماء بن سکیں اور ایسے پروفیشنل بن سکیں جو مختلف شعبوں میں اپنی فنی مہارت ولیاقت کے ساتھ ساتھ امانت ودیانت اور ہمدردی وغم خواری جیسے اعلی صفات سے متصف ہوں، اپنے اپنے میدانوں میں عمل وکردار سے اسلام کی بہتر ترجمانی کے اہل ہوں اور اپنی مہارت کے ذریعہ پیشہ ورانہ طور پر صرف پیسہ کمانے کے بجائے اس کو خدمتِ خلق اور دنیا کے اندر امن وانصاف قائم کرنے کے لیے استعمال کریں۔

اس وقت سردست عاجز کو ''معہد الامام ولی اللہ للدراسات الاسلامیہ'' کی مختلف علمی، فکری اور روحانی سرگرمیوں کی چند جھلکیاں نذرِ ناظرین کرنی ہیں اور ساتھ ہی اپنے حقیر سے کچھ تاثرات بھی اس مقصد سے پیش کرنے ہیں کہ مدارس سے فارغ ہونے والے اپنے قابل قدر ساتھیوں کو بھی اپنے تجربے میں شریک کیا جائے، جو مرحلۂ تکمیل پر ''خدمتِ دین'' کے وسیع ترین میدان میں اترنے کے لیے میدانِ عمل کا انتخاب کرنے کے اہم اور نازک موڑ پر ہیں اور اپنے مستقبل کے بارے میں مختلف امکانات پر غور کررہے ہیں۔

حقیر راقم السطور سرچشمۂ علم وعرفاں ام المدارس مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے اپنے نوسالہ تعلیمی ایام کے آخری دنوں میں ایک عجیب وغریب کشمکش میں مبتلا تھا، جیسے جیسے مادرِ علمی سے جدائی کا وقت قریب آرہا تھا دل کی بے کلی بڑھتی جارہی تھی اور ہر دم دل ودماغ پر بس ایک ہی فکر سوار رہتی تھی کہ اس علمی وروحانی ماحول سے الگ ہوکر کیسے رہ پاؤں گا، بسا اوقات ایک مجنوں کی طرح کھڑے ہوکر حسرت بھری نگاہوں سے درودیوار کو تکتا رہتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے لیکن بہرحال۔۔۔۔! اب میرے لیے میدانِ عمل کے انتخاب کی نازک گھڑی آچکی تھی، مگر دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ تمنا بھی تھی کہ کسی مردِ دانا وبینا کی صحبت میسر آجائے، جس کے یہاں رہ کر علمی وفکری ترقی کے ساتھ ساتھ اپنی اندرونی خرابیوں اور کمزوریوں کی طرف توجہ اور ان کی اصلاح کی کوشش کا موقع بھی مل جائے۔ چنانچہ رب کریم نے بمبئی اور پونہ کے

درمیان ایک پرفضا مقام وادی ماتھیران میں واقع ''خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ نعمانیہ'' نیرل (مہاراشٹر) میں چل رہے ادارے ''معہد الامام ولی اللہ للدراسات الاسلامیہ'' میں پہنچا کر اس عاجز و درماندہ کی یہ تمنا بھی پوری کردی۔ اس کے لیے یہ تہی دامن اپنی جبینِ شکر و نیاز اپنے شفیق پروردگار کی بارگاہِ اقدس میں خم کرتا ہے اور دل کی گہرائیوں سے یہ اعتراف کرتا ہے کہ اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے وہ بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ قدر کی اور اس قیمتی موقع سے بھرپور استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## معہد کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کی چند جھلکیاں

تعلیمی سرگرمیوں میں بنیادی طور پر پانچ دروس ہیں، جن میں سے اب دو دروس حضرت مدیر الفرقان سے متعلق ہیں، جو سب سے اہم ہیں۔

### (۱) حجۃ اللہ البالغہ کا درس:

یہ دور ہماری محکومی اور مغربی فکر و تہذیب کے غلبے کا دور ہے، آج مغرب کسی خاص جغرافیائی خطے یا علاقے کا نام نہیں بلکہ ایک بین الاقوامی تصور کا نام ہو چکا ہے، جس کے پورے نظامِ فکر و عمل میں مادہ پرستی کی روح اپنے تمام ظاہری اشکال کے ساتھ جاری و ساری ہے اور اس کے نزدیک روحانی و اخلاقی قدریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ صرف مادی ترقی ہی اس کی نظر میں انسانیت کی معراج اور کامیابی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ مغربی تہذیب اور اس کے وضع کردہ علوم نے پوری دنیا میں ایک ''نامعقول عقلیت پسندی'' پیدا کردی ہے، جس نے صرف غیر مسلموں ہی کی عقلوں پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے ذہن و دماغ پر بھی نہایت گہرے اور مسموم اثرات مرتب کیے ہیں؛ جس کی وجہ سے ساری دنیا میں ذہن و فکر کے سانچے ہی بدل گئے ہیں، عقل کی بندگی اور ظاہر پرستی کا دور دورہ ہے، کوئی بھی بات خواہ دینی ہو یا دنیوی، مادی عقل کی ترازو میں تولے بغیر قابل قبول نہیں ہے، پہلے جو باتیں بلا کسی شک وشبہ کے قابل قبول تھیں آج مشکوک بنی ہوئی ہیں، مذہب اور مذہبی روایات وحقائق کے بارے میں بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات جنم لے رہے ہیں، اسلام کے قانونی، اخلاقی، سیاسی، سماجی، اقتصادی، معاشرتی اور عائلی مسائل غرض پوری شریعتِ اسلامیہ پر شک وارتیاب کے سیاہ بادل ہر طرف سے امنڈ امنڈ کر آرہے ہیں اور مادی عقلوں اور حیوانی طبیعتوں کی طرف سے اعتراضات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔

لیکن یہ بھی قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ جس وقت یورپ میں مغرب کے اس پورے نظامِ فکر و عمل کی تشکیل کا آغاز ہو رہا تھا، اسی وقت برصغیر ہند میں ایک مردِ باصفا یعنی حکیم الاسلام امام شاہ ولی اللہ

محدث دہلویؒ نے اپنے دلِ روشن، عقلِ صافی اور دوررس نگاہ سے یہ ادراک کرلیا تھا کہ آنے والا دور ایک نئی عقلیت کا دور ہوگا، جس میں دینِ اسلام اور شریعتِ محمدی کو محض نقلی اور روایتی انداز میں پیش کرنا کافی نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کو مکمل عقلی جامہ پہنا کر علمی اور معروضی انداز میں اس کے فطرتِ انسانی سے پوری طرح ہم آہنگ ہونے اور ''شریعتِ محمدی'' کے ابدی اور عالمگیر ہونے کو واشگاف نہ کیا جائے۔

چنانچہ انھوں نے دینِ اسلام کی تفہیم وتشریح کا یہی طرز واسلوب اپنایا اور اپنی گراں قدر تصانیف میں اس کو پیش کیا، خصوصاً اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کے ذریعہ دینِ اسلام کو مکمل طور پر عقلی دلائل، طبعی مصالح اور روحانی اسرار وحکم کے لباس میں پیش کیا اور دینِ فطرت کے فطرتِ انسانی سے پوری طرح ہم آہنگ ہونے کو واضح کیا، بلکہ اس (دینِ اسلام) کے فطرتِ انسانی کی پکار کا جواب اور اس کی طلب کی تکمیل ہونے کو عالم آشکارا کرکے اسے عقل زدہ طبیعتوں کے لیے قابلِ قبول بنادیا۔ اسی کتاب کے مقدمے میں وہ خود تحریر فرماتے ہیں: ''ان الشریعۃ المصطفویۃ اشرقت فی ھذا الزمان علی ان تبرز فی قمص ساغۃ من البرھان'' (شریعتِ محمدی کے لیے وقت آگیا ہے کہ دلیل وبرہان کے پیراہنوں میں ملبوس کرکے اسے میدان میں لایا جائے)

بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یقیناً یہ کتاب عصر حاضر کی نفسیات کے مطابق اسلام کے ہمہ گیر تصور پر مبنی مکمل نظامِ فکر وعمل کو پیش کرتی ہے اور اسلام کی تفہیم وتشریح کے لیے ایک انتہائی معقول، مربوط، جامع اور معتدل انداز فراہم کرتی ہے، جس کا ایک سرا دورِ حاضر کی نفسیات سے ملا ہوا ہے یعنی وہ عصری مشکلات ومطالبات کو پورا کرتا ہے، مشکوک ومنتشر دماغوں کو یکسوئی عطا کرتا ہے اور مریض دلوں کو ایمان ویقین کی عظیم دولت سے مالا مال کرتا ہے، جب کہ دوسرا سرا کتاب وسنت سے ملا ہوا ہے یعنی قرآن وحدیث سے بھر پور استفادہ کیا گیا ہے اور اس کی نزاکتوں کا پورا پورا خیال کرکے اس کو برتا گیا ہے۔ بس ضرورت ہے اس کو اچھی طرح پڑھنے، سمجھنے اور اس طرزِ فکر کو اپنے اندر پیدا کرنے کی، پھر انشاء اللہ اس کے ذریعہ وہ فہم وبصیرت حاصل ہوجائے گی جو دورِ جدید میں اسلام کی دعوت اور اس کی تفہیم وتشریح کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ بقول حضرت اقدس مولانا مناظر احسن گیلانیؒ: ''جوں جوں ''نئی روشنی کی تاریکی'' بڑھتی چلی جارہی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ کی جلائی ہوئی ''علمی شمع'' کی قیمت اسی نسبت سے بڑھ رہی ہے۔ مغربی الحاد وزندقہ کے زہر کا تریاق شاہ ولی اللہ کا کلام ہے۔'' (تذکرہ شاہ ولی اللہ، ص: ۱۷۳، حافظی بکڈپو۔ دیوبند)

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم واحسان ہے کہ اس نے ہم طلبہ کو یہ شاہکار کتاب فکر ولی اللٰہی کے وارث وامین اور زمانے کے نبض شناس معلم سے پڑھنے کا بہترین موقع عنایت فرمایا، جو ہمیں صرف عبارت، ترجمہ

اور مطلب نہیں بتاتے، بلکہ دورِ حاضر میں دینِ اسلام اور شریعتِ اسلامیہ کو سمجھنے اور سمجھانے کا طرز و اسلوب سکھلاتے ہیں۔ دورانِ درس مختلف ادیان و مذاہب کے نقطہائے نظر اور مغرب کے قانونی، اخلاقی، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور معاشرتی نظامہائے فکر بیان کر کے ان سب شعبہائے زندگی میں اسلام کی مبنی بر فطرت اور متوازن تعلیمات سے ان کا موازنہ پیش کرتے ہیں اور کتاب میں بیان کردہ مضامین کی تشریح کرتے ہوئے جب اپنے مخصوص لب و لہجے میں شریعتِ اسلامیہ کے اسرار و حکم اور اہداف و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ''شریعتِ اسلامیہ'' صرف قوانین کا مجموعہ نہیں، بلکہ اس کا ہر ہر حکم پوری انسانی برادری کے لیے اس کے شفیق پروردگار کی طرف سے عطا کردہ سب سے بڑا تحفہ ہے اور دینِ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو انسانوں کی انفرادی و اجتماعی اور مادی و روحانی ساری ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور ان سب کے بظاہر متضاد تقاضوں کی بھرپور رعایت کرتے ہوئے ایک نہایت فطری، معتدل اور خوبصورت طرزِ زندگی سکھاتا ہے، جس پر دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی کا دارومدار ہے۔ نیز حضرت والا بارہا اس ضمن میں بھی اکابر علماء دیوبند کی فکری جامعیت اور اعتدال پسندی کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں کہ ہم طلبہ کے دل و دماغ میں اپنے اکابر و اسلاف کی قدر و منزلت مزید بڑھ جاتی ہے اور ان کے مسلک و مشرب کو زیادہ بصیرت کے ساتھ سمجھکر ان کے تئیں عقیدت و محبت کے جذبات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

## (۲) درسِ قرآن:

قرآن کریم زمان و مکان کی کسی تفریق کے بغیر پوری انسانی برادری کے لیے اس کے شفیق پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ایک ہدایت نامہ ہے، جس میں بلاشبہ ہر زمانے کے مسائل کا بہترین حل اور ہر دور کے سوالات کے تشفی بخش جوابات موجود ہیں۔ اور خود اس کے بھیجنے والے رب کریم نے اس کے بارے میں یہ اعلان فرمادیا ''تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ''یعنی ہر مسئلے کا یقینی حل اس میں موجود ہے'' اور پھر خود ہی اپنے اس بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس پر قرآن اتارا جا رہا تھا، یہ وعدہ بھی فرمالیا: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝١٧ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝١٨ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝١٩﴾ (القیامۃ) ''یعنی (جہاں) اس کتاب کے ایک ایک حرف کے محفوظ رکھنے اور اس کے پڑھے جانے کا انتظام کروانا ہمارے ذمے ہے (وہیں) پھر اس کی تفسیر و تشریح کا انتظام کرنا بھی ہمارے ہی ذمے ہے۔''

چنانچہ اس موعودِ خداوندی کے انتظام کی وجہ سے دورِ اول سے آج تک ہر زمانے میں قرآن مجید کو ایسے تفسیر و تشریح کرنے والے میسر آتے رہے، جنھوں نے اس کتاب حکیم سے اپنے اپنے زمانے میں اس

وقت کے حالات کے بارے میں رہنمائی اخذ کی اور اپنے اپنے دور میں اٹھنے والے سوالات کے جوابات قرآن کریم میں پہلے سے موجود اشاروں کی روشنی میں پیش کیے، جن میں انھوں نے ابنائے زمانہ کے ذہن ومزاج کی تہوں میں موجود افکار ونفسیات سے واقف ہوکر ان کی الجھنوں کے ان حلوں کی وضاحت فرمائی، جو دست قدرت نے عجیب وغریب طریقے پر اپنے کلام معجز میں چھپا دیے ہیں۔

فتنہ دجالی کے اس دور میں بھی اس بات کی بڑی شدید ضرورت اور علمائے امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تفسیر قرآن کے مسلمہ اصول وضوابط کا بھرپور التزام کرتے ہوئے اور مستند ومعتبر مفسرینِ سلف کے گراں قدر علمی سرمایہ سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے عصرِ حاضر میں درپیش مسائل کے متعلق اس بحرِ ناپیدا کنار سے اس کی عبارات واشارات اور اقتضاءات کی روشنی میں رہنمائی اخذ کریں اور ظلم وستم کی چکی میں پس رہی بے بس انسانیت کو نجات دلانے کے لیے بہتر اسلوب میں اس کے سامنے پیش کریں۔

رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اس دور کے ایک ایسے ممتاز مفسرِ قرآن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا قیمتی موقع عنایت فرمایا، جو اس انداز سے اس زندہ وجاوید کتابِ ہدایت کا درس دیتے ہیں کہ "**لاتبلی جدته و لاتنقضی عجائبه**" (اس کا نیا پن کبھی پرانا نہیں ہوگا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے) کا واقعی منظر سامنے آجاتا ہے۔ حضرت الاستاذ ایک طرف اکابر واسلاف کے مزاج ومنہاج کی مکمل پابندی کرتے ہوئے تفسیر کے مسلمہ اصول وضوابط کا پورا التزام کرتے ہیں (یقیناً یہ ناکارہ راقم اس کے کہنے کا بالکل بھی اہل نہیں ہے۔ گستاخی ہوگئی؛ اس لیے معذرت خواہ ہے) اور دوسری طرف امت مسلمہ اور عصر حاضر کے مسائل کے سلسلے میں قابلِ اطمینان اور تشفی بخش رہنمائی بھی پیش کرتے ہیں، جس سے یہ سدابہار کتاب تر وتازہ نظر آنے لگتی ہے اور یہ یقین بڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے کہ اس دور کے سارے مسائل اور تمام الجھنوں کا یقینی حل بھی اس کتاب حکیم موجود ہے۔ بس ضرورت ہے اسے صحیح طور پر سمجھنے اور بہتر اسلوب میں امت اور انسانیت کے سامنے پیش کرنے کی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ ہم طلبہ کو بھی اس عظیم کام کے لیے قبول فرمالے۔

## (۳) درسِ حدیث:

ہمارے یہاں معہد میں حدیث نبوی کا درس حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اختیار کردہ طرز واسلوب پر دیا جاتا ہے۔ ہم نے بارہا حضرت الاستاذ سے ان کے والد ماجد حدیث کے عظیم شارح

اورفکرولی اللہی کے ترجمان حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے حوالے سے یہ اہم بات سنی کہ: ''حضرت شاہ ولی اللہ احادیث کے درس کا جو طرز رواج دینا چاہتے تھے، اس کا نمونہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' ہے، جسے بعض پہلوؤں سے ''مشکاۃ المصابیح'' کی شرح کا نام بھی دیا جاسکتا ہے اور جہاں تک فقہی مباحث کا سوال ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ کی پرزور رائے یہ تھی کہ اس کے لیے موطا امام مالک کو اصل درسی کتاب قرار دیا جائے۔''

چنانچہ اسی طرزِ ولی اللہی پر عمل کرتے ہوئے یہاں موطا امام مالک بروایت امام محمد (جو موطا امام محمد کے نام سے مشہور ہے) کا درس دیا جاتا ہے۔ اس درس میں فقہائے کرام کی مختلف آراء کی بنیادوں کی وضاحت کے ساتھ تمام مسالک کے وجوہ استدلال کے حسن کو واضح کیا جاتا ہے اور علماء کے لیے صرف علی وجہ التقلید متعصّبانہ وابستگی کے بجائے علی وجہ البصیرت اپنے اپنے مسلک پر استقامت اور اس کی مکمل پابندی کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ نیز اس درس میں بھی اسلامی شریعت اور اسلامی تہذیب کے مبنی برفطرت ہونے کو اجاگر کیا جاتا ہے اور اس پہلو سے احادیث نبویہ پر غور ومطالعہ کا سلیقہ بھی سکھلایا جاتا ہے اور یہ ملکہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ''شرابِ کہنہ درجامِ نو'' کے مثل پر اسلامی احکام کو لوگوں کے سامنے اس لب ولہجہ اور ان اصطلاحات میں پیش کریں، جس لب ولہجہ اور جن اصطلاحات میں وہ بات کو سمجھتے ہیں۔ یہ درس بھی پہلے حضرت والا ہی سے متعلق تھا، لیکن حضرت والا کی بڑھتی ہوئی شدید مصروفیتوں کی وجہ سے اب تقریباً ڈیڑھ سال سے حضرت والا کے تربیت یافتہ ہمارے رفیقِ درس برادرِ محترم مفتی محمد اکرم قاسمی صاحب حضرت والا کی نگرانی اور انہی کے طرز پر دیتے ہیں۔

## (۴) علوم عصریہ:

چونکہ موجودہ حالات کو اچھی طرح سمجھنے میں سائنس، جغرافیہ، ریاضی، علمِ شہریت، اقتصادیات وسیاسیات کے مبادی اور معلوماتِ عامہ سے بھی مدد ملتی ہے، اس لیے ان مضامین کی بنیادی چیزیں بھی یہاں داخلِ نصاب ہیں۔

## (۵) انگریزی زبان:

اس دور میں چونکہ رائج الوقت زبان انگریزی ہے اور بہت سی مرتبہ ایک عالمِ دین اپنی تمام تر علمی وفکری استعداد کے باوجود عصری تعلیم یافتہ حضرات کو صرف انگریزی زبان نہ جاننے کی وجہ سے مطمئن نہیں کرپاتا؛ اس لیے محض دعوتِ دین کی مصلحت وسہولت کے پیشِ نظر مذکورہ بالا زبان بھی یہاں سکھائی جاتی ہے۔

حضرت الاستاذ (حضرت مدیر الفرقان) کے والد ماجد (عظیم داعی حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ) ایک مرتبہ چند افریقی ممالک کے دورے پر تھے، اسی سفر کے دوران نیروبی جاتے ہوئے انہوں نے ایک اپنے فرزند ارجمند (حضرت مدیر الفرقان) کو ایک خط لکھا تھا، جس میں انہوں نے لکھا تھا:

''اس سفر میں انگریزی جاننے کی اہمیت اور خاص کر دین کی دعوت کے لیے اس کی ضرورت کا احساس ہوا، بارہا ایسے مواقع آئے جن میں احساس ہوا کہ اگر میں ترجمان کو محتاج نہ ہوتا اور اپنی بات اپنے مخاطب سے خود کہتا تو بات ہی کچھ اور ہوتی، بہرحال میں تمہیں یہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ تمہیں انگریزی سے مناسبت ہے اور تمہارے ندوے کے انگریزی اساتذہ کی تم پر خصوصی توجہ بھی ہے، تمہیں اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے اور بہت محنت انگریزی بولنے، سمجھنے اور لکھنے پڑھنے میں کرنی چاہئے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالی اسے تمہارے دیگر مضامین کے ساتھ آسان فرمائے۔ (الفرقان، اپریل ومئی ۲۰۰۳ء جلد: ۱۷، شمارہ: ۴-۵، ص: ۴۰)

لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ جہاں دعوت دین کے لیے انگریزی زبان کی ضرورت واہمیت ہے وہیں اس کا خطرہ بھی رہتا ہے کہ تھوڑی بہت انگریزی سیکھنے والے طلبہ عموماً اس زبان اور اس زبان والوں سے بہت جلد مرعوب ہونے لگتے ہیں اور اسی طرح اس کو اشاعتِ اسلام کا ایک ذریعہ سمجھنے کے بجائے محض ان کا معاش اس سے متعلق ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ ہمارا معہد حضرت والا کی تربیتی نگرانی کی وجہ سے اس مسموم اثر سے بالکل پاک ہے۔

## مزید تعلیمی سرگرمیاں

ان بنیادی پانچ دروس کے علاوہ مزید کچھ اور تعلیمی سرگرمیاں بھی ہوتی ہیں۔

**(۱) توسیعی محاضرات:**

''معہد'' میں ہم طلبہ کے علمی وذہنی افق کو وسیع کرنے اور فکری سطح کو بلند کرنے کے مقصد سے وقتاً فوقتاً علمی، فکری، فقہی، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور دعوتی مختلف موضوعات پر توسیعی محاضرات پیش کرنے کے لیے ممتاز اہلِ علم وفکر کو دعوت دی جاتی ہے، جو یہاں ایک دو روز قیام فرما کر کئی نشستوں میں اپنے ذوق ومزاج سے متعلق اہم موضوعات پر قیمتی محاضرات پیش فرماتے ہیں، جن سے ہم طلبہ کو بہت نفع ہوتا ہے۔ مثلاً اس عاجز کے یہاں آنے کے بعد فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے فقہی موضوعات پر بہت

قیمتی محاضراتِ، جناب وامن میشرام صاحب، صدر ''بام سیف'' کے سیاسی وسماجی محاضرات، حضرت مولانا یحیٰ نعمانی صاحب کے عصری وتحقیقی محاضرات، حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری کا دعوتی محاضرہ اور مولانا ڈاکٹر شارق نثار صاحب کے اقتصادی محاضرات خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ طلبہ کو ہر ایک کی اپنی علمی وفکری سطح کے مطابق اساتذہ کی نگرانی میں منتخب کتابوں کا مطالعہ کروا جاتا ہے اور ہر ہفتے ''اظہال خیال'' کے عنوان سے ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے، جس میں طلبہ اپنا اپنا حاصل مطالعہ پیش کرتے ہیں، جس کے ذریعہ ہر ایک کے مطالعہ سے دوسرے کو نفع پہنچتا ہے اور کسی ایک موضوع پر تحقیقی بات کرنے کی مشق بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر کچھ دن پر طلبہ سے مختلف علمی و فکری اور عصری موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین بھی لکھوائے جاتے ہیں۔

اب تک کی پوری تفصیل سال اول کے طلبہ کی سرگرمیوں کی تھی۔ سال دوم میں روزانہ انگریزی کا ایک گھنٹہ اور ہفتہ میں اسلامی بینکنگ پر ایک محاضرہ اور ریاضی کا ایک لکچر کے علاوہ چھ مہینے میں منتخب کردہ موضوعات پر سوڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ''تحقیقی مقالات'' لکھنے ہوتے ہیں پھر اس کے بعد ہر ایک کو اس کی استعداد وصلاحیت کے مطابق مختلف سرگرمیوں میں لگایا جاتا ہے۔

**(۲) تعلیمی اسفار**

جہاں معہد میں قیام کے دوران ہم طلبہ کی علمی استعداد کو پختہ کرنے اور فکری مستویٰ کو بلند کرنے کے لئے ہر طرح کی کوششیں کی جاتی ہیں وہیں اس کی بھی تدبیریں کی جاتی ہیں کہ ہم باہر نکل کر ملک وملت کے واقعی حالات سے آگاہی اور مختلف تعلیمی اداروں، رفاہی تنظیموں اور اصلاحی وملی کوششوں سے براہ راست واقفیت حاصل کریں؛ اسی مقصد کے پیش نظر معہد کے دوسالہ تعلیمی وتربیتی کورس میں کچھ تعلیمی اسفار بھی داخل ہیں۔ ابھی چند دنوں پہلے طلبائے معہد نے تاریخی شہر حیدرآباد کا تقریباً ایک ہفتے کا دورہ کیا، اگرچہ راقم اس سفر میں نہیں جاسکا، لیکن ساتھیوں نے بتایا کہ ان کو وہاں عظیم شخصیتوں، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، رفاہی تنظیموں اور تاریخی مقامات میں جاکر تفصیلی معلومات حاصل کرنے اور مشاہدات کے ذریعہ ذہنی افق کو وسعت دینے کا بھرپور موقع ملا۔

## معہد کی ایک اور اہم خصوصیت

معہد کی ایک اہم اور بعض پہلوؤں سے سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ معہد ''خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ'' کے احاطہ ہی میں واقع ہے، جہاں متوسلین وطالبین کی بکثرت آمد رہتی ہے اور روزانہ بعد نماز عصر حضرت الاستاذ کی اصلاحی مجلس ہوتی ہے، جس میں اصلاح وتربیت اور غلطیوں پر تنبیہ کا نبوی طریقہ دیکھنے کو ملتا

ہے اور اصلاح نفس کے حوالہ سے بہت ہی قیمتی اور نفع بخش مضامین بیان ہوتے ہیں اسی طرح کبھی کبھی جب باہر کے لوگ کم ہوتے ہیں تو حضرت الاستاذ سے اہم موضوعات پر کچھ سوالات بھی کئے جاتے ہیں، جن کے جوابات حضرت الاستاذ اس انداز سے دیتے ہیں کہ اس موضوع پر کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی؛ اسی لئے ہم طلبہ کی یہ خواہش رہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سوالات کرنے کا بہانہ مل جائے اور پھر ان کے جوابات میں انمول موتیوں کے سمیٹنے کا موقع ہاتھ آجائے۔

اسی طرح خانقاہ کی ایک ماہانہ مجلس ہوتی ہے جس سے سالکین وطالبین تو فائدہ اٹھاتے ہی ہیں ہم طلبہ کو بھی اسمیں شرکت کا موقع ملتا ہے اور بہت نفع پہنچتا ہے اور یہ منظر دیکھنے کو ملتا ہے کہ ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اللہ تعالیٰ ہمیں قدر اور بھر پور استفادے کی توفیق بخشے اور حضرت والا اور معہد کے تمام طلبہ وکارکنان کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کے نفع کو تا قیامت جاری وساری فرمائے۔ آمین

☆ ☆ ☆

## ایجنسیوں کے ذمہ داران متوجہ ہوں

محترم حضرات! الفرقان کا خصوصی شمارہ ''ملک کا نیا منظر نامہ اور مسلمانان ہند کی حکمت عملی'' جب سے منظر عام پر آیا ہے، تب سے ہر جانب سے اُسکی مقبولیت کی خبریں آتی رہیں، جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ مناسب موقع پر ایک کام کی چیز تیار ہوکر عوام وخواص کی توجہ کا مرکز بن رہی ہے۔ یہاں تک کہ اِس کا دوسرا ایڈیشن بھی طبع کروانا پڑ گیا۔

ہمارے دفتر میں ابھی تک مختلف شہروں اور اضلاع سے اِس کی طلب کی جارہی ہے، اور مسلسل یہاں سے براہ راست ہم اُن حضرات کو ارسال بھی کر رہے ہیں۔ ہم الفرقان کی ایجنسیوں کے معزز ذمہ داران حضرات سے یہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ اِس خاص نمبر کی توسیع اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، نیز اِس سلسلے میں ہمارا تعاون کریں تاکہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک بالخصوص اِس خاص نمبر کو نیز ہر ماہ کے شمارہ کو پہونچ جائے، اور امت کے سامنے ایک معتدل فکر اور رہنمائی آتی رہے۔

والسلام ——— ناظم ادارہ

دفتر کے اوقات میں ہم سے رابطہ کریں: (صبح ۱۱ بجے سے شام ۵ بجکر ۳۰ منٹ۔ اتوار

Tell: +91-522-4079758- E-mail: monthlyalfurqanlko@gmail.com